مرسلِ آخر
طویل نعتیہ نظم
سیّد قمر ہاشمی

مُرسلِ آخر

صلی اللہ علیہ وسلم

طویل نعتیہ نظم

سید قمر ہاشمی

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مصنّف:	سیّد قمر ہاشمی
ناشر :	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ناظم آباد، کراچی ۱۸
طابع :	ماس پرنٹرس، کراچی
پہلا ایڈیشن:	ایک ہزار
سنہ اشاعت :	۱۹۸۲ء
قیمت :	۲۵ رُپے

انتساب

مخدومی و مطاعی قبلہ حکیم محمد سعید صاحب!

میں اس کتاب "مُرسلِ آخر" صلی اللہ علیہ وسلّم کو آپ کے نام معنون کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، کیوں کہ ملّتِ اسلامیہ کے استحکام و بقا، اُس کی صحت و عافیت، اُس کی تہذیب و ثقافت، اُس کے علم و ادب، اور اُس کے بے کراں خوابوں کے لیے آپ کی شبانہ روز مساعیٔ جلیلہ، آپ کی حقائق بینی و ژرف نگاہی اور آپ کی غیر مختتم تعمیری و تخلیقی صلاحیتیں اب عالمِ اسلام اور اُس کے کسی باشعور اور خود آگاہ فرد سے مخفی نہیں ہیں۔ اس پر مستزاد اخلاق نبویؐ کی آواز کو بچے بچے تک پہنچانے کی آپ کی سعی مضطرب آپ کے عشق رسولؐ کی مظہر ہے۔

کراچی، جمعہ - ۸ر محرّم الحرام ۱۴۰۲ھ
۶ر نومبر ۱۹۸۱ء

ابجد خوانِ دبستاں
خاک پائے بزرگاں
سیّد قمر ہاشمی

آدابِ محبّت کی نمود

مولانا سیّد ابُو الحسن علی ندوی

نعتِ رسولؐ ایک بہت نازک صنفِ کلام ہے اور اس میں جذبات کے ساتھ عقل کی اور جوش کے ساتھ ہوش کی جس قدر ضرورت ہوتی ہے کسی اور جگہ نہیں ہو سکتی۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں زیادہ تر دو قسم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو جوشِ عقیدت میں حدودِ شریعت کا لحاظ نہیں کرتے یا غلبۂ عقل کی وجہ سے حدودِ ادب اور آدابِ محبّت کی رعایت نہیں کر پاتے۔

قمر ہاشمی صاحب کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دونوں چیزوں کی نمود ملتی ہے۔ ان کے کلام میں جدّت بھی ہے اور رعایتِ آداب بھی، محبّت بھی اور حسنِ احتیاط بھی۔

مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ جو دراصل ایک طویل نعت پر مشتمل ہے علمی و دینی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے قارئین کے دل و دماغ دونوں کو غذا حاصل ہو گی۔

۹ شعبان ۱۳۹۸ھ۔ کراچی

ابتدائیہ

عہد آفریں نظم

مولانا عبد الرحمٰن طاہر سُورتی

عزیزِ محترم سیّد اسمٰعیل صاحب زندہ شہید ہیں، انھوں نے اپنے بارے میں خود ایک شعر میں کہا ہے ؎

تختۂ دار سے کیا کم ہے بساطِ ارضی
زندگی میں نے گزاری ہے شہیدوں کی طرح

چناں چہ اُن کا یہ علمی کارنامہ بھی شہادت و سعادت کا درجہ رکھتا ہے کہ انھوں نے جدید اردو نظم میں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر "رسولِ آخر" کے عنوان سے کم و بیش دو ہزار سطور سعادت آثار پر مشتمل ایک مہتم بالشان تخلیق نظم بند کر کے اپنی شعری صلاحیتوں اور بیانی قدرت کا لوہا منوایا۔ سیّد اسمٰعیل صاحب بچپن ہی سے بڑے ذہین ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی بلا کے معصوم بھی، اور یہ بات وہی محسوس کر سکتا ہے جو موانست و مجالست میں اُن کے بہت قریب رہا ہو۔ ہر شخص پر وہ یہ تاثر قائم کرنے سے عمداً گریز کرتے ہیں، یہ بھی شانِ معصومیت ہے۔ جب وہ پڑھتے تھے تو اُن کی توجہات لہو و لعب کھیل کود اور بذلہ سنجی پر زیادہ صرف ہوتی تھیں، صرف امتحانات کے مواقع پر کچھ دنوں حولے رٹنے کے لیے کتب بینی کا شغل کر لیتے تھے۔ قدرت نے اُنھیں اخذ و استنباط، ذہانت و فطانت اور حافظے کی جو مخفی قوتیں ودیعت فرمائی تھیں

وہ سب پرچہ حل کرتے وقت یا کاغذ پر منتقل ہوتے وقت ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر وہ قلم اور کاغذ کی اقلیم کے جائز وارث و فرماں روا بننے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ میرے والد محترم (ابو عبداللہ محمّد السُورتی مرحوم) جو اسماء الرجال کے جلیل القدر عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ تمھاری ماں کے عزیزوں میں سب سے زیادہ ذہین اور وہبی علم و استعداد کے مالک احمؔد ہیں یعنی سیّد احمؔد صاحب ڈونکی، اس کتاب کے مصنّف کے والد، جو میرے خالہ زاد بھائی تھے۔ ایسے عظیم باپ کے بیٹے کو ذہانت کے اُسی درجے پر حق تعالیٰ نے فائز فرمایا

میرے خیال میں زیرِ نظر نظم اردو کی تمام طویل نظموں میں سب سے زیادہ شگفتہ، زیادہ جان دار، زیادہ متحرّک اور اُس کے علی الرغم ابدیت بکنار نظم ہے۔ "مُرسَلِ آخر" کے کسی حصّے کو آپ نہ تو شاعرانہ اعتبار سے کم زور محسوس کریں گے نہ واقعاتی اعتبار سے آپ کو اس میں سقم نظر آئے گا۔ اس میں کہیں کہیں دورانِ مطالعہ آپ عربی قصائد کے پُر شکوہ اندازِ بیان کا لُطف بھی محسوس کریں گے اور فارسی شاعری کا آہنگ اور بہاؤ بھی پائیں گے۔ عقائد کے اعتبار سے بھی آپ کو احساس ہوگا کہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار و شیدا شاعر حضرت حسّان بن ثابتؓ کی روح یہاں کارفرما ہے اور دربارِ نبویؐ میں ایک شاعر اپنا کارنامۂ شعری لے جا کر بطورِ نذر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ آپ کہیں تو بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوں گے اور کہیں اپنے غریب ملک اور مفلوک الحال انسانوں کی زبوں حالت پر رو دیں گے، جس کی اس نظم کے بعض حصّوں میں بڑی شاعرانہ خوبی اور ابلاغ کی سچّائی

کے ساتھ سیّد اسمٰعیل صاحب نے عکاسی کی ہے۔ وہ سینۂ گداز و دلِ دردمند کے مالک ہیں اور حد درجہ پُرخلوص بھی۔

سوز و سازِ سینہ و دل کی لفظی صورت گری آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

یہ بات میں کرب سے کہوں گا کہ
دستِ بالا سے
زیرِ دستوں کی قسمتوں کی لکیریں مٹتی ہی جا رہی ہیں
اور اُن کے اوقاتِ کار کا دست کم گرفتار آز
ٹکرا کے دست انبوہِ زر کشیدہ سے
اپنی روزی بقدرِ خیرات پا رہا ہے
یہ دستِ کوتاہ گیر دولت
معاش کی اُلجھنوں میں گِھر کر یہ سوچتا ہے
بہت سے افراد کے علاوہ
خود اپنی محنت کے روز و شب کی
کرے گا حاجت روائی کیا کیا

سیّد اسمٰعیل صاحب بڑے نعز گو اور بلند پایہ شاعر ہیں، اُنھیں حُرمتِ انسانی ہمیشہ عزیز رہی ہے اور خلوت و جلوت میں وہ عظمتِ انسانی کے قصیدہ خواں ہیں جب اپنی آنکھوں سے وہ اس حُرمت کو زائل ہوتے ہوئے یا اعلیٰ اقدارِ زندگی کو مجرُوح دیکھتے ہیں تو تڑپ اُٹھتے ہیں، اُن کی شاعرانہ حسیں بیدار ہو جاتی ہیں اور

وہ بڑے کرب کے ساتھ فرماتے ہیں ؎

زندگی کی ہر نفس توہین

انساں کی اہانت بار بار

غیر فطری بندشوں میں پا بجولاں

آدمی ہے بے وقار

ہر حمیّت کوش لمحوں کی صلیبوں پر

فغاں کرتا ہوا

سر وبال دوش ہر ماحول تذلیل آشکار

داو زرا کیا زندگی ہے

کرب کی سانسوں سے رشتے استوار

میرے غم تسبیح کے دانے سہی

کب تک مگر آلامِ دنیا کا شکار

حُرمتِ آدم کا اب احوال یہ ہے

آدمی خود آدمی کا ہے شکار

کیا یہی ہے وہ خلیفہ ارض کا

دستِ تصرّف میں کبھی جس کے تھی دنیا کی مہار

اُلجھنوں کا اِک سمندر زندگی ہے

اِک سمندر جو ہے ناپیدا کنار

یہ طویل نظم جسے اُردو کی سب سے بڑی نعتِ رسولِ اقدسؐ بھی کہا جا سکتا ہے حواس کے پورے انہماک، شاعرانہ صداقت کے پورے عرفان، الفاظ کی مکمّل جاں سپاری اور جان و تن کی سرمستی کے ساتھ قلمبند ہوئی ہے اور کسی تعارف و تقریظ سے بالاتر ہے۔

جو کام اس ملک کے نامور اشاعتی ادارے اُور صاحبِ حیثیت "شعراءِ کبار" انجام نہ دے سکے وہ سعادت ایک مردِ قلندر نے حاصل کر کے دنیائے شعر و ادب میں ہی نہیں نگاہِ مردِ مومن میں اعتبار و شرف کا مرتبۂ بلند پایا۔

جوڑ توڑ اور سازشوں کے ماحول میں پرورش پانے والے اذہان جو ہمہ وقت سبّ و شتم اور ملامتِ باہمی کا شکار رہتے ہیں اگر اس نظم کی پذیرائی کے لیے تیّار نہ ہوں تو مضائقہ نہیں، یہ نظم جہاں جہاں پڑھی جائے گی شاعر کے ذہنِ بیدار اور خلاّقانہ طرزِ ادا کے سبب لوگ اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے کیوں کہ یہ زندہ رہنے والے جذبات کی عکاّسی کرتی ہے اور شیفتگی کے عناصر سے مرکّب ہے۔

یہاں تفصیل کا موقع نہیں، مختصراً عرض ہے کہ یہ بڑی عہد آفریں اور معرکتہ الآرا نظم ہے، سنجیدہ و دیانت دار قارئین یقیناً میری رائے کی تائید کریں گے۔

درِ انسانیت پر دستک

انجم اعظمی

میں نے قمر ہاشمی کی شاعری بھی پڑھی ہے اور ان کی نثر بھی۔ دونوں میں قمر ہاشمی کو ایک ایسا صاحبِ قلم پایا ہے جو اپنی بات میں دل کشی، رعنائی اور لطافت کے ساتھ اُس اعلا تہذیب سے گہری وابستگی کا بھی اظہار کرتا ہے، جو اُسے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے۔ جب انھوں نے انسان پر ایک طویل نظم لکھی تو میں نے آں حضرتؐ کے بارے میں لکھنے کے لیے کہا تھا۔ قمر ہاشمی نے کچھ عرصے میں ایک ایسی طویل نظم مکمّل کر لی، جس میں عشقِ رسولؐ بھی ہے، قرآنِ مجسّم اور صاحبِ معراج کی زندگی کے وہ مختلف پہلو بھی ہیں جو آج کے انسان کے دل کی تڑپ کا اظہار ہیں۔ کمالِ بندگی کی اس کیفیت سے قمر ہاشمی نے اپنے لہجے کو سنوارا ہے جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتا ہے۔

اس نظم کی صورت میں قمر ہاشمی نے اپنے قارئین کے لیے اور

خود اپنے لیے اُمّید کا ایک ایسا چراغ روشن کیا ہے، جو زندگی کی راہوں کو بھی روشن کرتا ہے اور آخرت میں بھی تمام تر اسی کی روشنی پھیلتی جائے گی۔

اس نظم کے بعض حِصّے اظہار کی نزاکتوں اور اشاریت کے حُسن کا لطیف مظہر ہیں اور بعض حصّوں میں رزمیے کی قوّت ملتی ہے۔ اس کی وجہ آں حضرتؐ کی وہ بلند ترین شخصیت ہے جہاں زندگی کے گرم وسرد اور بلند وپست آپؐ کے دامنِ اعتدال میں اس طرح جگہ پاتے ہیں جیسے صحرا کی بادِ سُموم گھنے درخت کی چھاؤں میں آکر ہوائے خوش گوار بن جاتی ہے۔

قمرِ ہاشمی کے حق میں یہ نظم ایک دعائے خیر ہے، کہ وہ اپنے فن کے افسوں جگاتے رہیں گے اور اس بہانے درِ انسانیت پر ساری عمر دستک دیتے رہیں گے۔

پیش نامہ

بَریک متاعِ زخمِ دل مَن صد نمک داں می زنم

میرا یہ شعری سرمایہ جو میری ۴۰ سالہ شاعری کی سعادت ہے اور میرے عقائد نظریات کا وہ اظہار کہ جس پر میں فخر و مباہات کے ساتھ سرکشیدہ ہو کر یہ عرض کر سکتا ہوں کہ مجھے اس نعتیہ نظم کی ترتیب و تہذیب کے دوران میں جو کیف و انبساط اور حقیقی سرشاری میسّر آئی ہے اُس کا اندازہ آپ میرے اس شعر سے بہ خوبی کر سکتے ہیں۔

محمدؐ میرے سانسوں کی ہیں خوشبو
محمدؐ گلشنِ دل کی مہک ہیں !

اس طویل نعتِ رسولِ اقدسؐ کو ہر چند کہ میں کراچی میں بیٹھ کر لکھتا رہا لیکن میرا دل، میری آنکھیں، میرا ذہن، میرا نفس، الغرض میرے تمام حواس کلیتہً دربارِ نبویؐ میں مؤدب رہے اور میں اُنؐ کی جنابِ سطوت مآب میں پیش ہو کر یہ سب کچھ، اپنے گرد و پیش کی اور اپنے معاشرے کے زوال آمادہ اخلاق کی بپتا سُناتا رہا اسی لیے تو میں نے اپنے جذبۂ ایمانی کے ساتھ یہ محسوس کیا۔

نبیؐ کی لگن جس کے سینے میں ہے
کہیں بھی رہے وہ مدینے میں ہے

باور کیجیے کہ میری جاں پژوہی، میری سرشاری اور میری جاں سپاری کی کیفیاتِ ذہنی و روحانی نے ایسی دل گداختہ اور غنائی شاعری تخلیق کرنے میں میری معاونت کی ہے جو مولانا طاہر سورتی صاحب کے ارشاد کے بموجب "شیفتگی کے تمام عناصر سے مرکب ہے۔"

میں ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۳ء تک اپنے فاضل اوقات میں ہمدرد فاؤنڈیشن کی اُس عظیم لائبریری میں بیٹھ کر جو پہلے قبلہ حکیم محمد سعید صاحب کی ذاتی لائبریری تھی، اپنی رُوح کی پیاس بجھاتا رہا، اُس رُوح کی پیاس جس میں تشکیک کی پھانس چُبھی تھی اور جستجو کے کانٹے مجھے ہمیشہ مضطرب کیے رہے۔ یہاں میں اس کتاب کے قاری کے لیے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے محررہ مقدمۂ ترجمان القرآن سے ایک مختصر اقتباس ذیل میں درج کر رہا ہوں تاکہ میرے عقلی سفر کا ایک رُخ اس کے سامنے آئے، میرے شعور نے مختلف جادۂ فکر اور نظریۂ حیات کی کج مج راہوں میں بھٹک کر اُس تہذیبی رشتے کو سمجھا ہے جو ایک طرف تو ہماری فکر پر محیط اور دوسری طرف ہماری رُوح میں پیوست ہے۔ اب میں اُسے عقیدت کا نام دیتا ہوں جو اس نعتیہ نظم کی تخلیق کے لیے جان و تن کی سرمستی بنی رہی۔

مولانا آزاد کا اقتباس یہ ہے:

"میرے دل کا کوئی یقین ایسا نہیں ہے جس میں شک کے سارے کانٹے نہ چُبھ چکے ہوں اور میری رُوح کا کوئی اعتقاد ایسا نہیں ہے جو انکار کی

ساری آزمائشوں میں سے نہ گزر چکا ہو۔ میں جب پیاسا تھا تو میری لب تشنگیاں دوسروں کی طرح نہ تھیں اور جب سیراب ہوا تو میری سیرابی کا سرچشمہ بھی شاہراہِ عالم پر نہ تھا۔"

سیرت النبیؐ کے موضوع پر میں نے بڑے بڑے مصنفوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور تاریخ و سِیَر کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ہی نوٹس (NOTES) لینے کے بجائے میں یہ نظم لکھتا اور قطع و بُرید کرتا رہا اور خدائے بزرگ و برتر کی رہ نمائی اور حضورِ اقدسؐ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبّت کی کرشمہ کاری نے بالآخر ۱۹۷۴ء میں یہ طویل نعت مکمّل کرا دی۔

شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

اسی سال عربی زبان و ادب کے محقّق اور مایۂ ناز ادیب محترم مولانا عبدالرحمٰن طاہر سورتی صاحب نے اسے دیکھ کر دیباچہ بہ عنوان "عہد آفریں نظم" قلم بند فرمادیا اور اپنے دل کش اندازِ تحریر، اپنے عالمانہ جلال و جمال کے ساتھ میری بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہ دیباچہ اس کتاب کے شروع میں شامل ہے، علاوہ ازیں میری درخواست پر جناب حکیم نعیم الدین زبیری ندوی نے جزم و احتیاط کے ساتھ اس نعت کی خواندگی کی اور اپنے جس گراں قدر مشورے سے سرفراز کیا، اُسے میں نے بہ طیبِ خاطر قبول کیا۔ حکیم زبیری صاحب بڑے مُتَبَحّر علم کے مالک ہیں اور علی بھیا (جلیل القدر عالم مولانا سید ابوالحسن علی (حسنی) ندوی، ناظم ندوۃ العلما، لکھنؤ) کے ندوہ میں شاگرد رہ چکے ہیں۔ زبیری صاحب محترم، ہمدرد فاؤنڈیشن میں ڈائرکٹر ریسرچ ہیں۔

علی میاں صاحب محترم کی تقریظ اس کتاب میں شامل ہے جو اُن سے کراچی میں جولائی ۱۹۷۸ء میں حاصل کی گئی تھی۔ میرے بہنوئی جناب سیّد عامر حسنی صاحب نے میری اس سلسلے میں اعانت فرمائی تھی، میں اُن کا ممنونِ احسان ہوں۔ حکیم زبیری صاحب کے مطالعے سے گزرنے کے بعد یہ مسودہ برادر عزیز جناب حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کو نظرِ ثانی کے لیے دیا۔ محمود میاں ماشاء اللہ عالمِ باعمل ہیں اور مصنّفِ کتبِ کثیرہ۔ اُن سے دو ایک مقام پر شعری استمزاج کیا گیا ہے۔ میں ان دونوں علم دوست کرم فرماؤں کا بے حد ممنون و متشکّر ہوں۔

جناب خالد لطیف مرحوم نے کتاب کی اشاعت کے لیے اپنی دل چسپی کا مجھ سے پوری پلیننگ کے ساتھ اظہار کیا تھا، وہ ہمدرد میں پبلک ریلیشنز ایگزیکیٹو تھے اور بڑے ذی ہوش، وسیع تعلقات و تجربات کے مالک تھے۔ اُن کی خوبی یہ تھی کہ وہ زبان پر آتی ہوئی بات کو مصلحتاً چباتے یا نگلتے نہیں تھے، بلکہ دو ٹوک بات کر جاتے تھے۔ اندر سے کھُردرے نہیں تھے، دل کے بڑے صاف اور راست باز انسان تھے۔ ریاکارانہ معاشرے میں ایسے انسان کو کون پسند کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے رفیقانِ کار کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ اس نعت کی اشاعت کے سلسلے میں قبلہ حکیم محمد سعید صاحب سے اخلاقی و مادّی استمداد کروں گا۔ اور متین الحسن موہانی صاحب سے کہہ کر آپ کی کتاب جلد چھپوادوں گا۔ چودھری عبدالغفور صاحب اس نعت کو سُننے کے خواہش مند ہیں، اُن کا بھی تعاون حاصل کروں گا۔

افسوس خالد لطیف صاحب ۵ ستمبر ۱۹۸۱ء کو ہم سے بچھڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

بہرحال اب خطاطِ آیاتِ قرآنی جناب انور انصاری نے، جن کے خط کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، خلوص و انس اور پاکیزگیٔ حواس کے ساتھ اس کی کتابت مکمل کر دی تو مجھے مصنّفِ "انوار سہیلی" محقق دوّانی کا یہ شعر یاد آیا:

مرا بہ تجربہ معلوم شد بہ آخر حال
کہ قدر عقل بہ علم است و قدر علم بہ مال

کتابت مکمل کرانے کی اہم ذمّہ داری میرے بھتیجے عزیزی انور جاوید ہاشمی اور میرے بیٹے سجّاد ہاشمی سلمہٗ نے قبول کی۔

میں نے عزیزی و محبّی مسعود احمد برکاتی، ناظمِ مجلسِ تحقیق و تصنیفِ ہمدرد کی خدمت میں اللہ کی قدرت کاملہ پر اعتمادِ کامل کے ساتھ "مرسلِ آخرؐ" کا کتابت شدہ مواد پیش کرتے ہوئے یہ عرض کی کہ معارف پروری اور صاحبانِ فضل و کمال کی سرپرستی کے لیے ہمارے ملک (پاکستان) میں جو اولو العزم، حوصلہ مند، مستقبل بیں، ژرف نگاہ اور ذی حشم شخصیت اپنے زندہ و پائندہ ہمہ جہتی کارناموں کی وجہ سے آفاق گیر شہرت و نیک نامی کی مالک ہے وہ قبلہ حکیم محمد سعید صاحب محترم کی ذات ہے، میں انھی کے نامِ نامی سے اِس حقیر نہیں، مہتم بالشان تخلیقِ شعری کو معنون

کر رہا ہوں اور ان کا بے حد ممنونِ احسان ہوں کہ اُن کی چھتنار شخصیت کے سائے میں رہ کر میں نے یہ نعت سالہا سال کی ریاضت و مزاولت کے بعد نظم بند کی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر اُن کے علم، اُن کی دانش و عمر، اُن کی گوناگوں حیثیتوں، اُن کے مناصبِ جلیلہ اور اُن کے پاک پیسے میں افزونی و برکت عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اس غریب ملّت اور اس کے نادار ادبا و شعرا کے ہمیشہ کام آتے رہیں، اور اپنی دردمندی و دل سوزی کے ساتھ ملّت بیضا کے لیے اپنی مسیحانفسی کو جاری و ساری رکھیں، تو عزیزِ گرامی مسعود احمد برکاتی صاحب نے فرمایا کہ اقبالؒ شاعرِ مشرق ہی نہیں شاعرِ اسلام بھی تھے، اُنھوں نے ایسے ہی علم پرور مومن کے لیے شاید یہ شعر کہا ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس نے مجھے اس کتاب کی اشاعت کے مرحلۂ دشوار سے آزاد کر کے میرے حوصلوں کو تاب و تواں بخشی ہے اور گویا مجھے یہ نوید مل گئی ہے کہ اس عرق ریزی اور جاں کاہی میں جو توانائیاں صرف ہوئی ہیں اُن کی خوشبو اس نظم کے ہر قاری کے مشامِ جاں کو معطّر اور دیدۂ بینا کو منوّر کر دے گی۔ میں خوش ہوں اور ممنون ہوں۔

سید قمر ہاشمی

کراچی، رجب ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرسلِ آخرؐ

(باسمِ ربّی)

خُدا جلیل ہے بے شک
خدا عظیم بھی ہے
خدا جو زندہ و پائندہ ہے
قدیم بھی ہے
اُسی نے اشرف و اعلا بنایا انساں کو
اُسی نے ارض و سماوات کی کرائی سیر

اُسی نے رفرف داسپوتنک کی سُرعت کو
خلانشین و فلک بوس بھی بنایا ہے
"سبق مِلا ہے یہ معراجِ مصطفٰےؐ سے مجھے
کہ عالم بشریّت کی زد میں ہے گردوں"

یہ کائنات
یہ سیّارگانِ آدم رس
حیات رفتہ و آئندہ کے حدود میں ہیں
شکستِ شب کو کیا کس نے رعشہ بر اندام
مُہیب رات کو کس نے دیا سحر کا جام
علیل خلق کو
بیمار گیتیٔ دُوں کو
روایتوں کے زبوں آشکار افسوں کو

خِرد شکارِ ضلالت کو

زعمِ بے جا کو

بتاؤ کون صداقت کی راہ پر لایا

تعصُّباتِ مکانی تفاخرِ نسلی

جو زندگی کی حقائق گریز قدریں تھیں

جوان آگ کی صورت میں جب بھڑکتی تھیں

قبیلے قریے انہی کی لپیٹ میں ہوتے

یہ آگ اپنے براہیم کی تلاش میں تھی

اور اس کو ابنِ براہیم مل گیا جس نے

تعصُّبات کے آتش کدوں کو سرد کیا

اور اس جہنمِ ارضی کو کر دیا گلزار

خدا کی عظمت و پائندگی مسلّم ہے

وہی ازل سے ابد تک ہے کائنات کا رب

ربوبیت میں نہیں ہے کوئی شریک اس کا
بعینہٖ کوئی ہمسر نہیں محمدؐ کا
یہ باب ختم ہوا لَا نَبِیَّ بَعدی سے
یہ کم شرف تو نہیں ہے رسولِ اکرمؐ کا
وہ آسماں کا زمیں پر تھے آخری پیغام

○

شعور کی فصل
جب زمیں پر کٹی تو
انسان کُش قوانین
راکھ بن کر ہوا میں تحلیل ہو رہے تھے
وہ رُوم و ایتھنز کے سلاطین
جن کو خدّام سجدے کرتے تھے
اور ظلِّ الٰہی کہتے تھے

فکر کے اِس نئے اُفق سے چراغ پا تھے کہ

آگہی کی یہ روشنی اب

کہیں ہمارے سوادِ اعظم پہ چھا نہ جائے

یہ سب سے تاریک کرۂ ارض تھا، جہاں

غلاموں کو وحشی چوپائے کھا رہے تھے

حیات محلوں کی رنگ رلیوں سے

زخم آلود ہو چکی تھی

بہ زعم خود یہ "خدا کے بیٹے"*

زمین تک سے کٹے ہوئے تھے

اور اپنی دانست میں

وہ معصوم ابنِ مریمؑ کو

دار پر بھی چڑھا چکے تھے

مسیحؑ آدم کے درد کو کائنات کا دُکھ سمجھ رہے تھے

* نعوذُ باللہ

نہ جاہ و منصب کی آرزو تھی

نہ مال و دولت کی جستجو تھی

نہ ان کو درکار تختِ کسریٰ کی رفعتیں تھیں

اُنہیں تو انساں کی آبرو مندِ زندگی کے

شدید زخموں کو

صِرف آرام بخشنا تھا

مسیحؑ بیت اللحم کے خطبوں میں

ظالموں سے یہ کہہ چکے تھے

کہ انبیاء کی اسی مقدس زمیں پہ اِک دِن

خدائے گیتی پناہ و انساں شناس

انصاف آسمانوں سے بھیج کر

تم سے بدلہ لے گا

وہی حقیقی ہے منتقم بھی

وہی ہے ارض و سما کا فی الاصل منتظم بھی

مرے عقب میں جو روشنی ہے

نگلنے والی ہے ظلمتوں کو

پناہ دے گی نہ آفتوں کو

جو ظلم ہی کو عِلاج سمجھے ہوئے ہیں

بیمار سرزمیں کا

وہ مرہم آشتی سے

واقف نہیں ہوئے ہیں

خدا زمیں پر پسند کرتا ہے آشتی کو

یہ زہرناکی نہ راس آئے گی زندگی کو

فغاں کہ ہیں آج

ظلم وانصاف کے دوراہے پہ یوں کھڑا ہوں

کہ ظلم سینے پہ جھیلتا ہوں

مِرے عقب سے اُبھرنے والا ہے

عدل کا تابناک سُورج

کرن کرن جس کی دشت و در پر

حیات کے لالہ رُخ سویرے بکھیر دے گی

وہ روشنی ہے صداقتوں کی

وہ زندگی ہے اَمانتوں کی

خدا نے مبعوث کر کے

دنیا میں انبیاء کو

جہالت وظلم کے اندھیرے

دُھواں بنا کر

فضا میں تحلیل کر دیئے ہیں

سِتم گرداب یہ رات ڈھل کر

سحر میں تبدیل ہونے والی ہے

کجکلاہوں کے سر گریں گے

جو بے اماں ہیں

وہ بے سہارا نہیں رہیں گے

حجاز کی سرزمیں رسالت کا

اِک نیا آفتاب دیکھے گی

کچھ دنوں میں

○

میں جس زمیں پر قدم جمائے ہوئے کھڑا ہوں

مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے

قرونِ اُولا کا ریگ زارِ عرب ہے یہ بھی

وہی جہالت وہی تنفّر وہی تعصّب

وہی غرض مند خانوادے

بایں ہمہ اس کا معترف ہوں

وہ قولِ فیصل تھے دست و بازوئے تیغ زن تھے

یہ ایک کردار تھا عرب کا

○

یہاں اگر میں کسی کے مدِّ مقابل آؤں

تو صرف گفتار کا ہوں غازی

مبارزت میں

زباں حریفوں کے

شجرہ ہائے نسب میں

کیڑے نکالتی ہے

فریب سب سے بڑی سیاست

ریا ہے سب سے بڑا عقیدہ

اور ان مفاسد کی زہرنا کی ہے بینِ قومی

میں ہاشمی ہوں

صداقتوں کا امین و وارث

جو دیکھتا ہوں

جو سُن رہا ہوں

وہی کہوں گا

وہی لِکھوں گا

مری زباں پر ہیں صرف انساں کے کارنامے

زمین سے کائنات کی وسعتوں

خلائے بسیط و سیّارگانِ گردوں کی

فتح و نصرت کے خوابِ زرّیں

سیاسی تعبیرِ زندگی کی

میں ہم نوائی نہیں کروں گا

میں ایک کرسی کی عظمتوں کا ہوں صرف قائل

جسے حقیقی دوام حاصل ہے

رَبُّ الْعِزَّتْ کی ہے وہ کرسی

جو عرش کی رفعتوں پہ ہو کر

زمین کی پستیوں کو

شمس و قمر کی

تسخیر کی بشارت بھی دے چکی ہے

اور اس کی اُمّ الکتاب تشریح کر رہی ہے

یہ ریگ زاروں میں کِھلنے والا گلاب

نکہت فروزِ گیتی

مشام ذہن و خیال آسودہ کرنے والا

ہتھیلیوں پر اٹھائے

عظمت کے چاند سورج

فرازِ آدم کا پاسباں ہے

قُلْ اِنَّمَا[1] کی مقدس آیت

عروج انساں کی ترجماں ہے

○

آگ برسے فضا سے تو موجِ نسیم

پیکرِ عزم وایثار دُرِّ یتیم

دورِ تخریب میں آشتی کے رسُول

جیسے شعلوں میں کِھل جائے بیلے کا پھُول

دشتِ آزار میں

راحتوں کی خبر

سربلندیِ نوعِ بشر

وادیِ خار میں سروِ آرامِ جاں

زیرِ افلاک رفعت نشاں

زیست کی شعلگی میں سحابِ کرم

---

[1] قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ الخ ۔ القران الحکیم

زر فشاں صُبح کا حُسن

آثارِ خیر الاُمم

سینہ انسان کے درد کا مہر نصف النّہار

سخت جس طرح تلوار ہو

نرم جوں شاخسار

اشرف الانبیاء مرسلِ آخریں

رحمتِ مستقل کارِ خیر آفریں

نیک خُو

صلح جُو

کاسرِ نظمِ شرِّ جہاں

عِلم و آگاہئ دین کے آسماں

مصلحت فکر اور اک سوزِ خرد

سب میں تائیدِ رب

سب کے سب مستند

بادشاہوں کے طبل وعَلم سرنگوں

تخت و درباروجاہ وحشم سرنگوں

اہلِ نام ونسب کے ہوئے سرقلم

آسمانی صحیفے سبھی کالعدم

صرف آیاتِ قرآن اصلِ خرد

یعنی تورات وانجیل نامستند

امتیازِ نیک و بد، نفع وضرر

نیست ممکن جُز بہ قرآن وخبر

فرق کردن درصواب وناصواب

صرف باتعلیم وتفہیمِ کتاب

تیغ اگر ازحکم قرآں سرکشد

سر بہ تخریب وفساد وشر کشد

گردنش چوں پیشِ قرآں خم شود

تیغ اگر زخمے زند مرہم شود

(اسد ملتانی)

○

سنو یہ فاران کی بلندی سے

کوئی راعی

نشاں وہی کر رہا ہے گلّے کی

آبشاروں کی طرح الفاظ بہہ رہے ہیں

یہی تو وہ افصح العرب ہے

جو اپنی تسنیم سے دُھلی

نرم گفتگو کے سبب سے

اعرابیوں میں ساحر کہا گیا تھا

یہ اپنی پاکیزہ گفتگو میں

اِرم کے بارے میں

اس طرح لب کشائی کرتا ہے
جیسے فردوس کے حسین و فراخ دروازے
چشمِ بینا کے سامنے ہوں
وہ دیکھو پیڑوں کے جُھنڈ کے درمیان
شفّاف پانیوں کی
لطیف نہروں کا جال سا ہے
وہ دیکھو اک کُنجِ عافیت ہے
جہاں پہ حور و قصور
مومن کے منتظِر ہیں

حیات بعد الممات اسلام کا عقیدہ ہے
اور مسلمان
دِل سے اقرار کر رہا ہے

کہ ہاں خدائے بزرگ و برتر ہی

خالقِ جُزو کُل ہے

تکوین پر ہے قادر

ہمارا ایمان ہے فرشتے

مقرّبِ بارگاہِ حق ہیں

ہمارا ایقان ہے رسولانِ محترم پر

جو آسمانی کتابیں نبیوں پہ اس نے بھیجیں

وہ سب خدا کا کلام ہی تھیں

وہ یومِ آخر

جو ربّ الارباب کے تفاخُر کا یوم ہو گا

ہمیں سزا و جزا کے اس دن پہ

شک نہیں ہے

جو ظلم کرتے رہے ہمیشہ

جو ظلم سہتے رہے ہمیشہ

وہ ایک صف میں یہاں نہ ہوں گے

کہ مالکُ الملک ہی حقیقی ہے عدل گُستر

وہی ہے سرچشمہ رحمتوں کا

اُسی سے رشتہ عقوبتوں کا

اُسی کو زیبا ہے سروری بھی

کہ بے کراں اُس کا دامنِ عفوو درگزر ہے

وہ دشتِ یوم الحساب میں

جس گھڑی

تخاطب کرے گا بندوں سے

پہلے پوچھے گا

آج کس کی ہے بادشاہت

یہاں کوئی سرکشیدہ ہوگا

نہ کوئی آمر

نہ سر بُریدہ

نہ جُرم کردہ پہ اپنے فاخر

تنی ہوئی گردنوں کے بدلے

جُھکے ہوئے شرمسار کشکول

گردنوں پر وبال ہوں گے

لرزتے ہاتھوں میں فردِ عصیاں

کٹورے آنکھوں کے اشک افشاں

یہاں پیمبر بھی اُمّتوں کے گناہ سے

شرمسار ہوں گے

مگر محمدؐ رسول اکرم

گناہِ اُمّت کی بخششوں کے لیئے

یہاں بے قرار ہوں گے

○

سلام بحضور خیر البشرؐ

سلام اے آدمی کو آدمی ہی جاننے والے

سلام اے سب کی تکلیفوں کو اپنی جاننے والے

سلام اے عام لوگوں کی بھلائی چاہنے والے

سلام اے صرف انساں کی بڑائی چاہنے والے

سلام اے نخوتِ باطل کا نشّہ توڑنے والے

سلام اے صرف حق سے اپنا رشتہ جوڑنے والے

سلام اے آسمانِ عدل کے مہرِ جہاں آرا

ہے تیری ذات امن وصلح کا خوش تاب میںارا

سلام اے آتشیں ماحول میں تسکینِ روحانی

سلام اے جبر واستبداد میں انصاف کے بانی

سلام اے فاتحِ عالم دلوں کو جیتنے والے

ترے جلوے بنا دیتے ہیں اندھیاروں کو اُجیالے

سلام اے نازِ گیتی افتخارِ آدمِ خاکی

زمیں پر بیٹھنے والے مگر ہے شان لولاکی

مجسم خیر تھا رحمت تھا آئینِ جہاں بانی

کہ جس پر فخر کر سکتی ہے عقلِ نوعِ انسانی

اخوّت سے محبّت سے دلوں پر حکمرانی کی

نہ جاہ و مال کی خواہش نہ طاقت کی تمنّا تھی

مگر سکھلا دیئے دُنیا کو دستورِ جہاں داری

نہ سرکاری، نہ درباری نہ زرداری نہ عیّاری

سلام اے ساقیٔ کوثر ترا دربار عالی ہے

میں اک مدّت سے پیاسا ہوں مرا پیمانہ خالی ہے

○

چار یار

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

چلے سب آپؐ کے نقشِ قدم پر

کہ انسانوں کی خدمت سے تھے سرشار

یہی چاروں امیروں[1] کا تھا کردار

سراپا خدمت و صد معدلت تھے

بڑے مخلص عظیم المرتبت تھے

خدا کا خوف یوں دل میں تھا مستور

خدا ترسی نگہداری کا دستور[2]

غرض عہدے سے وابستہ نہ رکھی

ریاکاری مزاجوں میں نہیں تھی

جو ظاہر تھا وہی باطن تھا سب کا

یہی معمول تھا بس روز و شب کا

---

[1] امیرالمومنین و خلیفۃ المسلمین

[2] جہاں بانی کا یہی منشورِ الٰہی و منشائے ربانی ہے!

لباسِ فاخرہ سے جسم محروم

بدن کا چار گز گاڑھا[1] تھا مقسوم

مِلا تو کھا لیا یہ سادہ فِطرت

کبھی ڈالی نہ پُرخوری کی عادت

بہت کم خواہشیں آسائشوں کی

کہ تھی محدُود دُنیا خواہشوں کی

بڑی سادہ مزاجی سے گزاری

مزاجوں میں تھی ان کے خاکساری

مگر تلوار کے جوہر دکھائے

کہ تھے برقِ تپاں کے سر پہ سائے

بجُز مولا نہ ڈرتے تھے کِسی سے

مِلا یہ مرتبہ ان کو خودی[2] سے

صفِ اعدا میں تھے شمشیرِ بُرّاں

بفیضِ اتّباعِ نصِّ قرآں

[1] موٹا جھوٹا، موٹے سے موٹا کھدر سمجھ لیجیے [2] عرفانِ ذات

اہلِ حق را تیغ با قرآں بس است
کاں علاج احتیاج ہر کس است
ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند
(اقبال)

یہاں بھی اتباعِ دین ہوتی
تمہارے نام سے تسکین ہوتی
مگر سرمائے کی تابش نے مارا
ہمیں مُلّاؤں کی سازش نے مارا
غریبوں سے یہ سب سمٹے رہے ہیں
امیروں سے مگر چمٹے رہے ہیں
پرستارانِ نادٔ نوش ہیں یہ
نقیبِ فتنۂ خاموش ہیں یہ
مسلماں کو مسلماں سے لڑا دیں
یہ جب چاہیں نئے فتنے اٹھا دیں
خدا کے نام پر اپنوں سے لڑنا
نہ دو چندہ تو اس پر بھی جھگڑنا

بعید از کار تشریحِ مذاہب
خدا جانے یہ مُلّا ہیں کہ راہب
نہیں تلقینِ مذہب ترکِ دُنیا
ہے خدمت اور عبادت درکِ دُنیا
خود اپنی خواہشیں کرتے نہیں کم
مُریدانِ صفا کا ہے انہیں غم
بقول اقبال مٹّی کا دیا بھی
مریدوں کے نہیں گھر کی ضیا بھی
مگر بجلی سے روشن خانۂ پیر
ھزاروں ایکڑ اس کی اپنی جاگیر
یہ حاجت کیش پیروں کا ہے احوال
شکم پرور حریصان زر و مال
خلا کے دور میں یہ عقل دشمن
دُعاؤں سے بھریں گے کس کا دامن

کہ یہ دنیا ہے اسباب و عِلل کی

بہ سعئ کار اقوام و مِلل کی

زمیں کو کھود کر ملتا ہے پانی

نہیں گرتی فلک سے شادمانی

عبادت ہے عبادت کارِ دُنیا

پسرآدم کا ہے سردارِ دُنیا

محبّت کی دلوں پر ہے حکومت

نہیں بندوق سے انساں کو رغبت

نہیں جمہوریت خود اپنی کہنا

تحمّل سے پرائی بات سہنا

محمّدؐ کی یہی جمہوریت ہے

یہی جمہوریت انسانیت ہے

کوئی کھینچے تو دامانِ وزارت

کوئی پکڑے گریبانِ صدارت

حقیقت میں عوامی دورِ وہ تھا

امیرِ قوم کو بدّو نے ٹوکا[1]

یہاں کوئی نہیں ہے مائی کا لال

یہاں اخلاق کے ہیں سب ہی کنگال

نہیں پامردی و جرأت کسی میں

ابوذرؓ کا نہیں قامت کسی میں

نہیں سچ کے لیئے دار و رسن اب

خموشی سے ہے سِکّوں کا چلن اب

ضمیروں کا یہاں ہے عام سَودا

یہاں اہلِ قلم ہیں خود ہی رُسوا

قلم کی حُرمتیں بکتی رہی ہیں

زباں کی جُرأتیں بکتی رہی ہیں

---

[1] دورِ فاروقی کا سبق آموز اور مشہور واقعہ

قلم گوید....

قلم ہے آیۂ اقراء کی تقدیس
نہیں ہے موجبِ ترغیب و تحریص
قلم ہے راویٔ اکرامِ یزداں
قلم ہے جامعِ آیاتِ قرآں
قلم ہے عظمتِ انساں کا راقم
حریمِ ذاتِ قدسی کے مکارم
قلم نے کر لیئے محفوظ قط میں
اُڑے قط سے تو بکھرے زلف و خط میں
قلم ہے کائناتِ دل کا شارح
قلم سے حسنِ گیتی اور واضح
قلم تشریحِ تقدیرِ اُمم ہے
قلم کی کاٹ شمشیرِ دودم ہے

قلم لوحِ جہاں کا نُور بھی ہے
قلم ہی سرمدو منصور بھی ہے
قلم نے حُریّت کا بابْ کھولا
ورق سے اُٹھ کے یہ سُقراط بولا
قلم کی سربراہی سب کو تسلیم
قلم فرمانروائے ہفت اقلیم
قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

○

عرضِ حال

میں دست بستہ کھڑا ہوں حضور آپ کے پاس
خراب و خستہ کھڑا ہوں حضور آپ کے پاس

شکایتوں کی یہ اک عرضداشت لایا ہوں
رہِ حیات میں اپنا فتادہ سایہ ہوں

یہ زندگی طلب و احتیاج رکھتی ہے
فساد و فتنہ و شر کا مزاج رکھتی ہے

شکم کی آگ ہو یا انتفاعِ مال و زر
علامتوں سے ہیں کندہ ہر ایک چہرے پر

یہی علامتیں میرے وطن میں طبقے ہیں
ازل سے بیر یہ اک دوسرے سے رکھتے ہیں

شراب و شاہد و مینا کا ایک دل دادہ

اور ایک جبر کشیدہ بجنگ آمادہ

وفورِ اکل سے آغشتہ کار اک طبقہ

خلوءِ معدہ سے آہستہ کار اک طبقہ

کہیں تو دُودھ کی دھاریں ہیں شہد کی مہکار

کہیں نصیب کی برگشتگی مآلِ کار

کہیں پہ پارچہ بیزار ہیں حریر بدوش

کہیں دریدہ لباسی پہ آبرو خاموش

بلند و پست مکاں ایک ہی قطاریں ہیں

گلوں کے سات ہی کانٹے بھی شاخساریں ہیں

اگر ہیں پاس تو ہمسائیگی کا پاس کسے

خدا کا خوف کسے قبر کا ہراس کسے

یہ اُمتی جنہیں دعوا ہے حُبِّ احمدؐ کا

مذاق اُڑاتے ہیں تاریخ کا اَب وجد کا

نصاریٰ ان سے بھلے ہیں یہود بہتر ہیں
کہ سُست قدموں سے دستِ کشود بہتر ہیں
وہ لوگ جن کا گناہوں سے پاک دامن ہے
انہی کو راس نہ آب و ہوائے گلشن ہے
خدا کے نام پہ ہوتا رہا ہے استحصال
وہ جن غریبوں کو نسبت ہے آپ سے بدحال
جسے ٹٹول کے دیکھیں گے آپ اندر سے
نکل کے آئے گا باہر ریا کی چادر سے

○

قریۂ دشنام

محنتوں کا دیار سونا ہے
ساز چُپ ہو گئے مشینوں کے
ذہن بُننے لگا ہے اندیشے
ایک فرہاد سیکڑوں تیشے
محفلِ تار و پود بکھری جب
کٹ گئے سارے ناتواں رشتے
بھوک کے کربناک آنچل پر
پارۂ نان قطرۂ شبنم
آزمائش ہے سخت جانی کی
سخت جانی حیات کی سُرخی
خواب دریوزہ گر نہیں لیکن
آبِ خنجر ہے آرزو کی طلب

اک تونگر ہزار ہا درویش

یہ بھی تعبیر ہے گدائی کی

جن کے ہونٹوں سے پھول جھڑتے تھے

وہ شگفتہ لبی سے عاری ہیں

چاندنی دُھوپ بن کے برسی ہے

پھول کانٹوں میں ہو گئے تبدیل

بے ارادہ قدم نہیں اُٹھتے

کس طرف جائیں کِس کو دیں آواز

کوئے دلدار کا طواف بھی اب

ہے طوافِ سوادِ ناکامی

اپنی جولاں گہ عمل کا خروش

تپشِ آرزو سے ہے محرُوم

بے سبو بے شراب بے خانہ

مدّتوں سے ہے قریۂ دشنام

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

مفاد ٹکرا رہے ہیں

آپس میں ملتوں کے

سیاسی آویزشوں سے

انساں عذاب میں ہے

یہ مصطفائی دیار

کیوں بجلیوں کے نرغے میں آگیا ہے

ہمارے ہی آشیاں کی ہیں خانہ زاد

چشمک ہمیں سے ان کو (مستنبط)[1]

---

[1] چشمک کرے مجھی سے یہ ایسی کہاں کی ہے

بجلی تو خانہ زاد مرے آشیاں کی ہے

(اقبال سہیل اعظمی)

ہمیں تو آفات کے ہیں پالے
ہمیں ہیں ہر دَور کے جیالے
گراں تن اتنے کہ
بیٹھ جائیں کسی کے در پر
مجال کس کی ہمیں اُٹھائے
سبک سر اتنے
سروں کو اپنے
ہتھیلیوں پر اُٹھائے پھرتے ہیں
روز و شب ہم
خدا ہی جانے
سہیں گے کب تک غم و تعب ہم
ہمارے گھر زندگی کی آسائشوں سے خالی
ہمارے بچّوں کے تن پہ کپڑا

نہ شادمانی کی رُخ پہ لالی

ہم اپنی بیماریوں میں نکبت کے گہرے سائے

سروں پہ چھتنار دیکھتے ہیں

کلینکوں میں وہ لوگ جائیں

جو اپنے سکوں کے زخم کھائیں

یہاں تو بیمار زندگی ہی کی چیرہ دستی نے

زخم اتنے ہمیں دیے ہیں

کہ زندگی موت کا ہے پرتو

ہمارے خیراتی ہسپتالوں[1] کی بوتلوں میں

دوا کے بدلے ہوس کا پانی بھرا ہوا ہے

یہ بددیانت معالج اپنی ہوس کے کیڑے

معاشرے کے بدن میں

پیوست کر رہے ہیں

---

[1] SOCIAL SECURITY HOSPITALS

یہ ملکی قانون کے بھی مجرم ہیں

اور انسانیت بھی نالاں ہے آج ان سے

کسے خبر ان کو

عاقبت کا بھی خوف ہے یا

تمام اقدارِ زندگی سے ہیں یہ مبرّا

○

جو آپؐ دستور دے گئے تھے

بڑے ادب سے حلف اُٹھاتے ہیں لوگ اُس پر

بڑی ارادت سے چُوم کر طاقچوں میں رکھتے ہیں

بچے اُس کو

لبوں کی زینت ہے

پھوٹی آنکھوں کی روشنی ہے

گھروں میں جس کا عقیدہ پختہ ہے

پہلے اوراق کی ہوا لے گا

پھر اُنہیں ناظرہ پڑھے گا

اور اپنے آبا کو بخش دے گا

یہ وہ سماوی صحیفۂ اخروی ہے

جو اُمتِ محمدؐ کا پاک دستورِ زندگی تھا

سماج دنیا میں آبرو باختہ جہاں تھا

یہ ضابطہ اُس سماج کے واسطے

ہدایت کی روشنی تھا

مگر یہ اب سر بمہر

گنجینۂ ضیاء ہے

فغاں کہ پیر و فقیر کم علم کا

یہ تعویذ و نقش ہے

پُرفریب ہونٹوں پہ

حلق سے نکلی اک دُعا ہے

یہ خود فغاں کر رہا ہے

صدیوں سے

آپؐ دانائے رُوحِ گیتی و آسماں ہیں

خود اس کے اَسرار جانتے ہیں

کہ مُرسلِ آخرالزماں ہیں

آفتابِ رسالت مآب اور دیارِ عرب

○

افلاک تا زمیں ہوئی ترسیلِ آگہی

قرآن ہے ذریعۂ تنزیلِ آگہی

جب سینۂ زمیں پہ اُتارے گئے سبق

روشن ہوئے سب ارض و سماوات کے طبق

محفوظ کوئی اور نہیں لوحِ مستقل

گنجینہ یادداشت کا انسان کا ہے دِل

اللہ کے حیات فروز اسم پاکؐ سے

ذرّوں کو روشنی ملی بطحا کی خاکؐ سے

چمکا جب آفتابِ رسالت سرِ افق

فیروز مند ہونے لگا دشتِ لقّ ودق

کردار کی شفق سے ہوئی سرخرو زمیں

ہر سمت فیض بار تھا شہرِ علومِ دیں

انساں سرنگوں تھا سرافراز ہو گیا

کنجشکِ بے وقار بھی شہباز ہو گیا

شاہوں کے سر جھکا کے ہوئے سربلند لوگ

یہ کس کا فیض تھا جو ہوئے ارجمند لوگ

سبقت عرب عجم کو نہیں اتقا کو تھی

تفضیل تھی تو جذبۂ خوفِ خدا کو تھی

کوئی یہاں امیر نہ کوئی غریب تھا

دورِ محمدیؐ میں ہر اک خوش نصیب تھا

سب کو نجات مل گئی زن زر زمین سے

انساں کو واسطہ تھا عرب کے امین سے

ہر فیصلہ امین کا سب کو قبول تھا

مومن کا ہر اثاثہ مساوات آشنا[1]

---

[1] اِقسِمَہٗ بِالسَّوِیَّہٗ ○

(اسے آپس میں برابری کے ساتھ بانٹ لو) حدیثِ نبویؐ

واقعۂ فاجعہ

دَورِ ملوکیت میں مسلمان بٹ گئے
اغراض میں سمٹ گئے مرکز سے کٹ گئے
تشریح جب خدا کے قوانین کی ہوئی
ہر ضابطہ تھا رُوحِ سلاطین آگہی
سلطان بدقماش خلیفہ کہا گیا
اپنے لئے وہ حرمتِ کعبہ بھی ڈھا گیا[1]
خطبے میں "سابقون" کے ہمراہ اپنا نام
محلوں میں شغلِ جام شیاطین جیسے کام

---

[1] خانۂ کعبہ میں تلوار اٹھانا حرمتِ کعبہ کو مجروح کرنے کے مترادف سمجھا جاتا تھا سلاطینِ بنو امیّہ کے دَورِ اقتدار میں کئی بار ایسا ہوا، اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو اذیتیں پہنچائی گئیں! (تاریخِ اسلام)

ہر طرح سے ڈرایا گیا مومنین کو
سمجھا خود اپنی مِلک خدا کی زمین کو

آباد شور و شر سے ہوئے پُرسکون گاؤں
قصے ہیں جور و ظلم کے کیا کیا تمہیں سُناؤں

یہ والیانِ قوم تھے کیسے سِتم شِعار
انکے ستم کی چھاؤں میں کِس کو مِلا قرار

ہر شخص کا دماغ تھا فِتنوں کی پُھل جھڑی
تھا پورا ریگ زار ہی آفات کی لڑی

بغداد و شام خود سر و کینہ پسند تھے
اندر سے زہرناک تھے باہر سے قند تھے

یثرب مدینۃ النبی گہوارۂ سکوں
دیکھا کیا ہے برسوں تماشائے خاک و خوں

تعمیرِ مسجدِ نبوی ہو رہی تھی کچھ

اور مشرقی طرف سے مکمّل ہوئی تھی کچھ

آئے امیرِ وقت ولید اسکو دیکھنے

حاکم مدینے کے عمر ابنِ عزیز[1] تھے

بیٹھے ہوئے تھے ایک صحابی کسی طرف

حق اور اتقا کے سبب صاحبِ شرف

یہ عاشقِ نبیؐ سعید ابنِ جُبیر تھے

جن کے لب و زبان پہ اذکارِ خیر تھے

پوچھا ولید نے اسے میری نہیں خبر

اس شخص کی نظر میں نہیں ہیں بھی معتبر

میرے لیئے یہ شخص قدم بوس کیوں نہیں

کیا اسکے دل میں خوفِ خلافت فزوں نہیں

---

[1] عمر ثانی حضرت عمر ابنِ عبد العزیز

سجع

فرماں روائے شام و عراق و حجاز ہوں

یں خوش نصیبوں کی حیاتِ دراز ہوں

سلطانِ بحر و بر ہوں امیرِ عرب ہوں میں

جوئے روانِ بخت پہ نقشِ طرب ہوں میں

مروان ذی وقار کا پوتا ولید ہوں

یعنی کہ مومنین کا میں روزِ عید ہوں

ابنِ عزیز نے یہ کہا سر جھکا کے بس

ابنِ جبیر کے لیئے دنیا ہے خار و خس

یہ مدتوں سے تارکِ دنیا ہیں اے امیر

اس گوشے میں ہی شاغلِ عقبیٰ ہیں اے امیر

○

یہ واقعہ میں نے

صرف عبرت کے واسطے درج کر دیا ہے

کہ میں خلافت کا اور شاہی کا

فرق محسوس کر رہا ہوں

یہ دونوں نظمِ حیات

اِک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں

خلافت انسانیت کی معمارِ اولیں ہے

ملوکیت مغز ابلہی مارِ آستیں ہے

خلافت انساں کے رنج و غم کا علاج بھی ہے

ملوکیت مستقل دکھوں کا رواج بھی ہے

خلافت آب بقا کے قطرے ہیں مردنی پر

ملوکیت زہر ناک جرعے ہیں جاں کنی پر

خلافت آفاق گیر سچائیوں کی محرم

ملوکیت مُستَبِد قوانین میں ہے مدغم

خلافت احساسِ ذمّہ داری کا چارٹر ہے

ملوکیت اقتدار کی حِرص کا ثمر ہے

خلافت ابرِ کرم خدا کا ہے یعنی رحمت

ملوکیت گیرودار طاغوت کی ہے لعنت

احسانِ عظیم

خیمے جلے ہوئے ہیں حسینی سپاہ کے

شعلے چہار سمت اُٹھے اشک و آہ کے

بوسہ گہ رسول مشرف کے میں نثار

پھُوٹا ہے جس سے خون امامت کا آبشار

ہر بوند اس لہو کی ہے قاری بنی ہوئی

دیں کیلئے ہے رحمتِ باری بنی ہوئی

اس سانحے پہ حرفِ صداقت ہے سوگوار

اس ظلمِ ناروا پہ شقاوت ہے شرمسار

"اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول

تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتولؑ"

سیکھا نہ اہلِ بیت محمدؐ کا تو نے عشق

صد حیف اشقیا کی زمیں وادئ دمشق

مکہ کی فتح کو نہیں بھولا ہے آسماں

دارالامان تھا ابی سفیان کا مکاں

محفوظ ہر نفس تھا مدینے کی فوج سے

سب جی اُٹھے تھے رحمتِ عالم کی موج سے

یہ فیصلہ تھا صاحبِ لطفِ عمیم کا

احساں ہے ظالموں پہ رسولِ کریمؐ کا

○

سلام بحضورِ اہلِ بیتِ کرام

سلام سبطِ پیمبر کی استقامت پر

سلام حضرتِ شبیرؓ کی شہادت پر

سلام سبطِ نبی پر کٹائے سر جس نے

خدا کی راہ میں اپنے لُٹائے گھر جس نے

سلام صبر و رضائے حسینؓ پر لاکھوں

سلام امیرؓ کے ہر نُورِ عین پر لاکھوں

سلام حضرتِ عباسؓ کی رفاقت پر

سلام حضرۃ زینبؓ کی اُس صداقت پر

جو گیر و دار کی غیرت کو بھی جگا آئی

دمشق کے درو دیوار سے صدا آئی

نثارِ نطقِ گہر بار کے کہ دِل جاگے
شقاوتوں سے بھرے قلب مضمحل جاگے
سلام شکلِ پیمبرؐ کی جانِ اطہر پر
سلام صابرِ معصوم یعنی اصغرؑ پر
سلام ٹوٹی طنابوں کی بارگاہوں پر
سلام ان کے مکینوں پہ دیں پناہوں پر
سلام عابدِ بیمارؑ کی امامت پر
سلام فاطمہ زہراؑ کی آل و عترت پر
سلام عونؑ و محمدؑ پہ اور سکینہ پر
سلام حضرتِ حُرؑ کی عیونِ بینا پر
سلام اہلِ عزا کا ہو اپنے پیاروں پر
خدا کی رحمتیں نازل ہوں غم کے ماروں پر

○

دردِ دل کی برکتیں

صاحبِ خلقِ عظیم
انسانیت پامال ہے
زندگی کے درد سے
خود زندگی بے حال ہے
آپ میرے سامنے ہیں
میری آنکھوں کے ستارے ہوں نثار
میرے دل میں آپ اگر اتریں تو دیکھیں
کِس قدر ماندہ ہے وہ
اس کے اپنے غم ہی کیا کم تھے
کہ اَوروں کے بھی دُکھ
زخموں کی صورت میں سمٹ کر آگئے

یہ نہیں معلوم

کتنے گہرے اس کے اپنے ہیں

اور کتنے کاری اور زخم

مندمل ہوتے نہیں اگلے کہ

دل پر زخم تازہ لگتے ہیں

دوسروں کے رنج بانٹیں ہم

تو کیسا دل کو ملتا ہے سکوں

ایک میٹھی سی کسک محسوس ہوتی ہے

پرائی آگ میں

ایک ہی دنیا میں رہتے ہیں تو

کیا بیگانگی

"دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں"

آپؐ سے سیکھا ہے ہم نے

حُبِّ انساں کا سبق

ورنہ درد و داغِ محرومی میں

کب تھا سوزِ دل

آپؐ سے پہلے جہاں میں یہ خلش کب عام تھی

اہلِ دنیا نے بہت زخموں کو

پہنچائی ہے ٹھیس

آپؐ کی تکلیف کو سوچا تو

سارے زخم ٹھنڈے پڑ گئے

اہلِ طائف نے بہت پھینکے ہیں پتّھر آپؐ پر

اہلِ زر[1] مکّے کے لاگو ہو گئے تھے جان کے

آپؐ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال

آپؐ کے اخلاق نے فولاد کو پگھلا دیا

---

[1] یہودی

آپؐ کے حسنِ سلوکِ آدمیت نے

دلوں کو فتح کر کے

سنگدل سے سنگدل کو

موم کر کے رکھ دیا

آپؐ کے حُسنِ تدبّر نے

ہزاروں سرکشوں کو زیر کر کے

کتنے قلعے سر کیئے

آپؐ کی چشمِ فیوض آثار نے

لاکھوں خزف ریزے مہ و اختر کیئے

دوستوں کی جاں سپاری کا صلہ چشمِ کرم

دشمنوں کے غیض پر شیرینیٔ لطفِ سُخن

حِلم استغنا متانت

کام آنے کی لگن

اپنے ماکولات سے صرفِ نظر

اصحابِ صُفہؓ[1] کے لیئے

فکرِ معاش

قرض خواہوں کی روِش پر

پیکرِ معصومیت

میرے ماں باپ آپؐ پر قربان

عظمت کے سپہر مہر آپؐ

○

زندگی کی ہر نفس توہین

انساں کی اہانت بار بار

غیر فطری بندشوں میں پا بجولاں

آدمی ہے بے وقار

[1] حضرات بلال حبشیؓ، صہیبؓ، عمار ابنِ یاسرؓ، سلمان فارسیؓ اور راویٔ حدیثِ کثیر ابوہریرہؓ ان میں شامل تھے۔ مسجدِ نبویؐ سے ملحق سائبان (صفہ) تھا، جہاں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شب و روز مصروفِ عبادت رہتے، مکمل لباس و خوراک سے بے نیاز، خدا کے آسرے پر خدمتِ رسولؐ میں حاضر اور خدمتِ دین کے لئے وقف۔

ہر حمیت کوشش لمحوں کی صلیبوں پہ

فغاں کرتا ہوا

سر وبال دوش ہر ماحول تذلیل آشکار

داورا کیا زندگی ہے

کرب کی سانسوں سے رشتے استوار

میرے غم تسبیح کے دانے سہی

کب تک مگر آلام دنیا کا شمار

حُرمتِ آدم کا اب احوال یہ ہے

آدمی خود آدمی کا ہے شکار

کیا یہی ہے وہ خلیفہ ارض کا

دستِ تصرّف میں کبھی جس کے تھی دنیا کی مہار

الجھنوں کا اک سمندر زندگی ہے

اک سمندر جو ہے ناپیدا کنار

○

لہو کی مشعلیں

جمہوریت کے نام پہ جمہور مر گئے
اپنے لہو میں ڈوب کے مجبور مر گئے

جمہوریت کی رُوح نہ خوں کا کوئی بدل
تاریخ ہی کا فیصلہ ہوتا ہے بس اٹل

کم زور شانے وقت کے مضبوطہات ہیں
خاراتراش ہی شرفِ کائنات ہیں

جو خوں بنا ہے لالۂ گلشن کی آبرُو
ہوتا رہا ہے صرفِ بہاراں وہی لہو

عظمت کی راہ پر جو فرازِ صلیب ہے
ہم یہ سمجھتے ہیں وہ دیارِ حبیب ہے

اپنے لہو کی مشعلیں روشن کریں دہاں
قطرہ بھی اپنے خوں کا ہو عنوانِ داستاں

سوزِ نوا

اے محسنِ ملّتِ گرامی
تجھ سے ہے وطن کی سربلندی
مومن کی تجھی سے نیک نامی

اے مہرِ نقوشِ جاودانی
تو چشمِ جہاں میں معتبر ہے
پابوس ہیں جہدِ کامرانی

تو روح و روانِ قافلہ ہے
پرچم کو مرے بلند رکھنا
جو سب کی دُعاؤں کا صلہ ہے

جو عزم و یقیں کہ مضمحل تھے
اب شعلہ نوائے صد نَفَس ہیں
بے مہریِ رسمِ آب و گل تھے

اے تاب و توانِ مستیِ شوق
سینوں کو ضیائے صبحِ نو دے
ہو مہر دمیدہ ہستیِ شوق

دُعائے فِطرت

صحرا کی دُعا، شہروں کی دُعا
لمحوں کی دُعا، پہروں کی دُعا
اوقات دُعائیں کرتے تھے
دن رات دُعائیں کرتے تھے
آپؐ آ کے سجائیں دنیا کو
سوتے سے جگائیں دُنیا کو
ہر غنچہ و گُل نکہت کا شجر
تھی بادِ سحر خوشبو کا سفر
کانٹوں پہ منظر کی پھول ہوئے
گمنام جو تھے مقبُول ہوئے
آیا جو لبوں پر ——— نام تِرا
آنکھوں نے کہا اے صَلِّ علیٰ

سانسوں کی خوشبو

محمدؐ میرے سانسوں کی ہیں خوشبو
محمدؐ گلشنِ دل کی مہک ہیں
ہو جن سطروں میں ذکرِ آدمِ خیرؐ
وہی آنکھوں کی روشن مردمک ہیں
وہ شاخِ انبیا کے آخری پھول
اور اُن کے بعد سب خار و خسک ہیں
محمدؐ مرسلِ آخر ہیں بے شک
یہاں اکثر عقیدے مشترک ہیں

لہو کا خِراج

ہمیں نے ایثار کے بکھیرے ہیں پھُول
عظمت کے راستوں پر
وفا کے معبد میں
جن کی خوشبو سے
عود و عنبر مہک رہے ہیں
ہماری قربانیوں سے
چہروں کے جگمگائے ہوئے کنول ہیں
ہمیں سے امن و امان کی دلکشی ہے قائم
ہمیں رجز خوانِ ضرب و حرب و سپہ گری ہیں
ہمیں نوا گر ہیں آشتی کے

میں شاعرِ موجِ نکہت گُل

نقیبِ آوازِ جنبشِ سرو و دستِ سُنبل

ہلاکتوں کا پیام کیا دوں

دیارِ دانش کے راہ دانو

ثباتِ اقلیمِ کلک و قرطاس کے نشانو

قتیلِ جہدِ بقا ہوں کب سے

ازل سے ہی طبلِ جنگ کی گونج سُن رہا ہوں

یہ ابنِ آدم جو دو قبیلوں میں منقسم ہے

سِتم کش و ظلم کیش

ہابیل اور قابیل کا مقدر

انہی محاذوں پہ صف بہ صف

جنگ آزما ہے

ضمیرِ حق سے سپاہِ باطل

جہاں لہو کی کشید ہو گی

تجارتِ خوں کے واسطے

زرگری نمائش کرے گی خوں کی

محمدؐ مصطفےٰ جو ختم الرُسُل تھے

دستِ سُبل تھے

پیغمبرِ فلاحِ حیات بھی تھے

وہ آدمی کی نجات بھی تھے

ضمیرِ عدل و براَتِ کائنات بھی تھے

وہی تو فی الاصل خاتمِ جنگِ زرگری تھے

وہؐ آدمی کی برابری کے

صحیفہ بَردار آخری تھے

وہ عہدِ حرص و ہوس میں

اِنساں کی برتری تھے

مصافِ جنگ و جدال و امن و اماں میں

تکمیلِ رہبری تھے

انہیں نہ آیا خیال

انساں کو دو گروہوں میں بانٹنے کا

کہ وہ مسادات کے تھے مبدا

یہ پستی و ارتفاع کے راستے ہیں

ہر شخص جانتا ہے

مگر بایں علم و آگہی بھی

مفاہمت ایک ساتھ دونوں سے چاہتے ہیں

سحر کے برسوں سے منتظر ہیں

مگر اندھیروں سے اتنے مانوس ہو چکے ہیں

کہ ظلمتوں کے ہجوم پر بھی

گماں اجالے کا ہو رہا ہے

یہ رات حاجب ہے وحشتوں کی

یہ شب ہے چاؤش مرگھٹوں کی

اسے لہو کا خراج کیوں دیں

کرن نہ پھوٹے کوئی صبح کے اجالوں کی

کچھ اس طرح سے لگائے ہیں ظلمتوں نے شنجر

میں کب سے جلوۂ فردا کے انتظار میں تھا

مرے لہو میں وہ ڈوبا

تو پھر ابھر نہ سکا

حقیقتوں کے اُجالے بھی من کے بھید ہیں سب

وہ ایک صبح جو میں نے سُنی تھی آبا سے

وہ صبح بھی نہیں آئی

نہ جانے کب آئے

کِسے خبر کہ ورودِ مسیحؑ کب ہوگا

نہ یہ سحر ہے نہ وہ

ظلمتوں کا سایہ ہے

یہ ظلمتیں ہیں

سیاسی بھی اور سماجی بھی

جو مصلحت کی سحر رنگ چادریں اوڑھے

نمودِ صبح کا جھوٹا پیام دیتی ہیں

دھواں دھواں ہے ابھی زندگی کی پہنائی

مسافرانِ شبِ تار اک عذاب میں ہیں

یہی وہ بدبخت ایشیا ہے

جہاں پہ چنگیز اور ہلاکو نے

مسلم آبادیوں کو روندا

جہاں بھی تا تار جاتے

طوفان بن کے جاتے

یہ وحشی لشکر
کتاب خانے جلا کے
شعلوں میں دیکھتے کیا
حروف بریاں کا رقصِ بسمل
یہیں پہ تیمور نے
اسیرانِ جنگ کے ایک لاکھ سر
جوئے خوں میں نہلا کے
موت کے گھاٹ پر اُتارے
یہ آدمی گوسفند دونوں کو
اک نظر سے ہی دیکھتا تھا
کہ اس درندے کی ٹانگ میں ہی نہیں تھی
آنکھوں میں بھی کجی تھی

○

یہ ایشیا کی زمیں

خدا کے پیمبروں کی زمین بھی ہے

وہ آدمی کو خدا کا پیغام دے کے اُٹھّے

اور اپنی مُعجز نمائیوں کے ذریعے

انساں کے کام آئے

اسی مقدس زمیں پہ

ولیوں نے دُکھ سمیٹے ہیں

آدمی کے

یہاں رِشی اور مُنی بھی آئے

عظیم اُپدیشک آدمی کی سمانتا کے

اسی گُلِ ارجمند کی بُوئے بے کراں تھے

یہیں پہ داتاؒ نے اپنا دربار بھی لگایا

یہیں پہ چشتیؒ نے وحدتِ حق کا گیت گایا

یہ بو علی شاہ کا چمن ہے

یہ لال شہباز کا وطن ہے

لطیف[1] نے آدمی کی عظمت کے گیت گائے

اسی زمیں پر

یہ ٹیپو سلطان کی ہے جنت

اسی سے بھوٹی سراج[2] کی پُروقار جرأت

یہ سیّد احمد شہید کی رزم گاہ بھی ہے

عبید سندھی محدّث دہلوی[3] کی تعلیم کے مبلّغ

یہیں سے عمرانی نظریے کی جدید تحریک

لے کے اُبھرے

یہ ان بزرگانِ دین کی

داستانِ عظمت سنا رہا ہے

جو بندگانِ خدا کے حق میں

محبّتوں ، شفقتوں کا ابرِ کرم رہے ہیں

---

[1] شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ [2] جنگِ آزادی کا پہلا شہید سراج الدولہ

[3] شاہ ولی اللہ

عظیم انسانی قدر

نظامِ جاگیر جس میں

ہم سب نے آنکھ کھولی

بہت بڑی قدر دے گیا ہے

یہ قدر اخلاق اور مروّت کا ضابطہ ہے

یہ مختلف قوموں اور عقیدوں کے درمیاں

حسنِ رابطہ ہے

قبائل افراد خانوادے

سَب اس کی حُرمت کے پاسباں تھے

یہ قلزمِ ابتلا کے اندر

حیات بیم ورجا رہی ہے

یہ تندسیلِ حوادثِ زندگی میں

طوفانِ بادو بارانِ تیرگی میں

نوائے مامن ہے

کشتیِ نوحؑ کی اماں ہے

یہ قدرِ انساں کو

عقلِ موسیٰ کی سمت لے جا چکی ہے لوگو

یہ عقل پامال ہو تو

بڑھتی ہے عقلِ موشی

کہا ہے رومیؔ نے

عبرت افروز مثنوی میں

کہ عقلِ موسیٰ بلندیوں کی طرف

اُڑائے گی آدمی کو

اور عقلِ موشی بلوں کی جانب

لئے پھرے گی

جو پستیِ فکر کی ہے ضامن

ہم آدمی ہیں تو اپنی ساری حسیں جگائیں

حسیں ہی آدم کی برتری ہیں

انہیں اُجالیں کہ وہ

کتابوں کی بند الماریوں میں

بوسیدہ ہو رہی ہیں

وہ ساری قدریں بھی عِلم ہیں جو

کبھی پُرانا نہ ہو سکے گا

زمانہ سقراط کو نہ بھولا تو

کِس طرح بابِ عِلم کو وہ بُھلا سکے گا

علیؓ ـــــ کہ اسلامیانِ عالم کے سربسر

محسن و معلّم

وہ دستِ شمشیرِ کبریا تھے

وہ زورِ بازوئے مصطفٰےؐ تھے

وہ عِلم و ابلاغ و آگہی کے تھے

اِک سمندر

نہ مِل سکا جس کا چھور اب تک

کسے را میسّر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

(سعدیؒ)

کیا شجاعت تھی کہ صحرا کا دہل جاتا تھا دِل

کیا کرامت تھی کہ پربت بھی نظر آتا تھا تِل

استقامت صبر استغنا امامت کے ولی

صَبر کی بادِ بہاری آپ کے دَم سے چلی

دودمانِ ہاشمی تھا پیکرِ صدقِ عظیم

پورِ عبد المطّلب بنیادِ رَاہِ مستقیم

آدمیت سو رہی تھی زندگی مجروح تھی

عقل کے اندھوں میں شانِ کذب ہی ممدوح تھی

اے خوشا مولود مولائی علی المرتضےؓ
آپ کے تشریف لانے سے یہ سرِّ حق کھلا
شرحِ دین و آفتابِ علم چوں آید بروں
جہل تاریکی ضلالت کے منارے سرنگوں
شارح قول رسول حق بدست وحق سرشت
تابع فرمانِ اور افاتح ہر خوب و زشت
تھے کتابِ عترتِ مرسلؐ کا عنوانِ جلی
یہ شرف کونین میں کس کو ملا الاّ علیؓ
عقدۂ پیچیدہ بھی نظروں میں تارِ عنکبوت
نطق میں تمہید و تمت کی رسائی تا ثبوت
عقل کی معجز نمائی شدّتِ اظہار میں
کار فرما جذبۂ حق عظمت کردار میں
حکمتوں کی بارگہ تک صرف پہنچے تھے حسینؓ
وارثِ عقل و خرد ہوتے نہ کیوں کر نورِ عین

خندق و خیبر سے لے کر تا بہ خاکِ کربلا

آج بھی ہے راہ میں ایثار کا اک قافلہ

فکرِ انسانی اسی محور پہ ہے گردش کناں

کر رہی ہے آج بھی انسانیت آہ و فغاں

اس وطن کو آج بھی درکار ہے خیبر شکن

زندگی کو چاہیئے شبیرؓ کا سا بانکپن

ریگ زاروں کے مقدر میں بھی ہے کیا کیا شرف

شیرِ یزداں سو رہا ہے ناز کر خاکِ نجف

خاتونِ جنّت حضرۃ فاطمۃ الزہرا رضؓ

صبر و استغنا کی اک تصویر اسی گھر میں تھی اور
فرق پر دستِ محمدؐ ہو بہو ویسے ہی طور

پیکرِ تسلیم و سرتاپا رضائے کبریا
میرا پورا گھر، مرا کنبہ سب اُن پر ہو فدا

فاطمہؓ بنتِ محمدؐ مادرِ حضرت حسنؓ
خدمت و خُلق پدر تھے خون تک میں موجزن

سرورِ کونینؐ کا لختِ جگر تھیں فاطمہؓ
ہر مصیبت میں مگر سینہ سپر تھیں فاطمہؓ

بیٹھنے کو گھر میں کرسی اور نہ سونے کو پلنگ

سر کے نیچے دستِ اقدس ورنہ گھر کے خشت و سنگ

کام کرنے کے لیئے گھر میں نہ تھی کوئی کنیز

ذکر کے قابل نہ تن پر اور نہ گھر میں کوئی چیز

تربیت شبیرؓ و شبرؓ کی وہ ایسی کر گئیں

دونوں معصومین کے دامن میں جنّت بھر گئیں

گھر کا گھر تا بانیٔ اخلاق سے معمور تھا

گھر کا گھر ایثارِ عظمےٰ کے لئے مشہور تھا

○

حقوقِ انسانی کا عدیم النظیر چارٹر

(خطبۂ حجۃ الوداع)

عدل وانصاف ومساوات کا رہبر قانون

یعنی دنیا کے قوانین میں برتر قانون

آخری خطبۂ حج مرسلِ آخر کی زباں

یہ نواہی کا بیاں تھا یہ اوامر کی زباں

چوبِ دستی بھی سماعت کے مزے لیتی تھی

اور زمیں جوشِ خطابت کے مزے لیتی تھی

آسماں گوش بر آواز رسولِ اکرمؐ

سرِ حق مہر بلب جذبۂ باطل برہم

ختم المرسلین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے خطبے کے دوران بھی دستِ مبارک میں چھڑی لے کر پند وموعظت فرمایا کرتے تھے۔

تمہیں دے رہا ہوں خدا کی کتاب

اسے تھام لو ورنہ ہوگا عذاب

یہ قرآں ہے اتمامِ حجّت بھی ہے

یہ دنیا بھی ہے دینِ فطرت بھی ہے

ہوئی بند ترسیلِ وحئ خدا

سفر ختم رُوح الامینؑ کا ہوا

مکمل کیا جس نے دینِ مبیں

اسی نے یہ سب نعمتیں پوری کیں

مسلماں ہیں پہلا ہوں اسلام کا

اور اب پاسباں اُس کے پیغام کا

تمہارے لیئے بھی یہ مرغوب ہے

یہی دین رب کو بھی محبُوب ہے

---

۴ حضرت جبرئیل امیں وحی بردار و مقرب بارگاہِ ایزدی

وہی دے گا سب کو جزا و سزا

نہیں کوئی معبُود جُز یک خدا

خدا کی طرف لوٹنا ہے مجھے

میں سُنتا ہوں اب موت کے زمزمے

فرشتہ کوئی اس کا پیغام لائے

تو اصُل کا نامہ مرے نام لائے

یہ شاید مرا آخِری سال ہو

سنو تم مِری بات کو دوستو

نمازوں کو قائم رکھو تا حیات

یہی چیز ہے صِرف راہِ نجات

پیمبر یہی عہد لیتے رہے

خدا کی یہ تہدید دیتے رہے

کھلاؤ غلاموں کو جو کھاؤ تم

جو خود پہنو ان کو بھی پہناؤ تم

اُنہیں خوف میں مبتلا مت کرو

گر اُن سے ہو تقصیر تو بچ دو

اذیّت نہ دو عورتوں کو کبھی

کہ اُن کے مقابل تمہی ہو قوی

رکھو عورتوں کے بھی حق کا خیال

شریعت نے جو تم پہ کردیں حلال

نہ رُسوا کرو تم سے جو ہوں جُدا

کرو اُن کا بھی نان نفقہ ادا

تکبّر خدا ہی کو زیبا ہے بس

تکبّر سے بچتے رہو ہر نفس

اماں پاؤ شیطان مردود سے

وہ مایوس ہے اپنی شہرود سے

خدا سب کو محفوظ اس سے رکھے

وہ اب نامُرادی سے خائف بھی ہے

عرب کو عجم پر نہیں فوقیت

کہ مومن کا دعویٰ ہے انسانیت

عجم کو عرب پر بھی سبقت نہیں

بجز زہد و تقویٰ فضیلت نہیں

کوئی تم پہ کالا بھی حاکم ہو گر

تو سمجھو کہ انصاف ہے معتبر

جاہلیّت کے سب نشاں معدُوم

میرے قدموں میں ہیں شموس و نجوم

کل کا ہر قتل اور قصاص معاف

جاہلیّت کے اور تھے اوصاف

میں نہ لوں گا قصاص حمزہؓ کا

میرے اوپر ہو فضل مولا کا

قتلِ عباسؓ بھی معاف کیا

بدلہ لوں گا نہ اب چچاؤں کا

○

خطبۂ غدیرِ خمؔ

یہ دو چیزیں میں دے رہا ہوں تمہیں

صحابی و حضار یہ سُن رکھیں

کتابِ خدا اور مرے اہلبیت

برتنا نہ اُن سے کبھی بعل ولیت

کتابِ خدا نور ہی نور ہے

خدا کی ہدایت کا دستور ہے

ؔ مقامِ خم کے تالاب (غدیر) پر، جو مدینے کے راستے میں جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے حج سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے یہ دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔

میں جس کا ہوں مولیٰ اسی کے علیؓ[1]

کہ ہارون کی طرح میرے ولیؑ[2]

علیؓ کو جو رکھّے خدایا عزیز

اسے تو بھی اللہ رکھنا عزیز

جو دشمن علیؓ کا عدوئے خُدا

رسولِ خدا نے یہ فرما دیا

○

یہیں سے علیؓ کی عداوت بڑھی

جو مفسد تھے ان میں یہ حجّت بڑھی

[1] مَنْ کُنْتُ مولاہُ فَعَلی مَولَاہُ ...... الخ [2] حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے بھائی تھے اور ان کے کاموں میں اعانت فرماتے تھے یعنی حضرت ہارون کو نیابت کا درجہ حاصل تھا۔

علیؓ سے محبت ہو یا دشمنی

تنافق کے عادی تھے سب خارجی

مدینے کے رستے پہ خُسم تھا مقام

تجارت کی منڈی یمن اور شام

یہیں پرورش پا رہے تھے عدو

کہ تھا رومیوں کا بدن میں لہو

مخالف تھے یہ لوگ اسلام کے

محمدؐ کے کام اور پیغام کے

کہ تھی نفع خوری ہی ان کی سرشت

وہ کیا جانتے جادۂ خوب و زشت

○

سلوکِ نبویؐ

آپ نے دیکھا رسولِ ہاشمیؐ کا انتظام
آدمیت کر رہی ہے آدمیت کو سلام

انتقامی جذبے عفو و درگزر میں جا چھُپے
ہم سے عاصی دامنِ خیرالبشرؐ میں جا چھُپے

خوں بہا کیسے چھُٹے دام و درم چھُٹتے نہیں
چھُوٹ جاتا ہے خدا، لیکن صنم چھُٹتے نہیں

قاتلوں کو رحمتِ عالم نے لیکن بخش کر
خُلقِ انسانی کی بنیادیں رکھیں ہر ذہن پر

○

یہ تہی دست و چاک پیراہن

نہ جانے کتنی ہی بار لمحوں کی سولیوں پر

ہوا ہوں مصلوب زندگی میں

کہ گھر ہے تنہائیوں کا صحرا

نزول شعر و سخن نہ ہوتا

جو شب کی تاریکیوں میں مجھ پر

اداسیوں کے صحیفے نازل اگر نہ ہوتے

تو میں بھی زندانِ حرص کا

اِک اسیر ہوتا

میں جس کی احفاد و آل میں ہوں

بہت سی عادات فکر اور خون کے واسطے سے

مجھ کو ملی ہیں اس سے

کبھی تمنا نہ کی کہ تن پروری اگر ہو

تو صرف جاپانی پارچوں سے

رہا ہوں ایثار پیشہ بچپن سے آجتک میں

حمیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ

پہلے معصوم پیٹ بھر لیں

وطن میں لاکھوں غریب

عاجز ہیں زندگی سے

عمرؓ خلیفہ تھے جب عرب میں

تو آب و دانہ کے قحط میں

ایک وقت بھرتے تھے پیٹ اپنا[*]

مرے وطن میں ابھی چلن لوٹ کا ہے باقی

معاوضہ اپنی محنتوں کا

ہمیں جو صدیوں سے مل رہا ہے

وہ ایک دریوزہ گر کے کشکول سے

نکالا ہوا ہے ٹکڑا

ہمیں جو پانی کے قطرے ملتے ہیں

وہ بھی راشن میں

صرف رطل گراں کی صورت

---

* خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کی ایثار پیشگی کا یہ ایک ہی واقعہ نہیں ہے، حیاتِ فاروقؓ داستانِ عبرت ہے مؤرخ اسلام علامہ شبلی نعمانی ان کی قربانیوں کے حالات قلمبند کر چکے ہیں۔

ابھی ابھی آ رہا تھا پانی

ابھی جو دیکھا تو ٹیپ

آنکھوں کی طرح

دریائے خشک بالکل

مجھے خبر ہے کہ میری اس

کُھردری صداقت پہ

حرف گیری ضرور ہوگی

مجھے یہ معلوم ہے حکومت کے سخت عمال

سونے چاندی کی طرح اندر سے ٹھوس

مجھ کو ارم نما ٹھنڈے دفتروں میں بلا کے

جامہ تلاشی لیں گے

مگر تہی دست و چاک پیراہن

ان کو کیا دے سکیں گے آخر

بجز دُعائے فلاحِ دارین

خُلقِ اکبر اسی کو کہتے ہیں

آدمی زخم کھا کے بھی مسکرائے

پیارے حبیبؐ نے

گالیاں بھی کھائیں دُعائیں بھی دیں

خلقِ عظیم

گالیاں کھا کے بھی دعائیں دیں

یہ تحمل یہ خُلق صلِّ علیٰ

اُن کے قدموں کی خاک عرشِ بریں

دشمنوں کو بنالیا اپنا

اور حلقہ بگوش پیاروں کو

یہ بھی اعجاز تھا رسالت کا

"قرص خورشید در سیاہی شُد"

آپؐ نے ظلمتوں کو نور کیا

"یونسؑ اندر دہانِ ماہی شُد"

(سعدیؒ)

چھوٹ کر ہات سے گری تلوار

جب یہودی نے عزمِ قتل کیا

خواب سے آپؐ ہو گئے بیدار

ہر بُن مو پہ اُس کے لرزہ تھا

آپؐ نے اُس پہ رحم فرمایا

اور یہودی نے دل سے کلمہ پڑھا

پائی دونوں جہان کی دولت

لطف فرماں روائے قلب و نظر

کلمۃ لا الٰہ کی لذّت

○

کارِ دُنیا

کارِ دُنیا سے خوش نہیں ہیں دِل
دستِ تاجر میں کارِ عُقبیٰ ہے
پھر مسلمان کی ہے کیا منزل

ایک لرزہ حضور ان پر بھی
ملک و ملّت سے کیا غرض انکو
ایسی آنکھوں پہ چھائی ہے چربی

کوئی سی شئے ہو بیچ دیتے ہیں
یہ حقوق العباد کے غاصِب
زر سے جنّت خرید لیتے ہیں

حق گوئی و بے باکی

یہ بات میں کرب سے کہوں گا کہ

دستِ بالا سے

زیرِ دستوں کی قسمتوں کی لکیریں

مِٹتی ہی جا رہی ہیں

اور اُن کے آقاتِ کار کا دستِ کم گرفتار آز

ٹکرا کے دستِ انبوہِ زر کشیدہ سے

اپنی روزی بقدرِ خیرات پا رہا ہے

یہ دستِ کوتاہ گیرِ دولت

معاش کی الجھنوں میں گھر کر یہ سوچتا ہے

بہت سے افراد کے علاوہ

خود اپنی محنت کے روز و شب کی

کرے گا حاجت روائی کیا کیا

یہ دستِ بالا کی کیسی عظمت ہے

زیر دستوں کو بحرِ حالات میں ڈبو کر

سوادِ عظمت کا نغمہ خواں ہے

عظیم وہ تھے جنہوں نے اپنے غلام

آزاد کر دیے تھے

عظیم وہ تھے جو اپنے ہمسائے کے دکھوں کو

خود اپنے گھر کے ہی رنج سمجھے

عظیم وہ تھے جو پہلے اوروں کو

پیٹ بھر کے کھلاتے کھانا

عظیم وہ تھے

جنہوں نے سمجھا نہ مال کا نقص کھوٹ دِل کا

وہ مال کے نقص کو بتاتے تھے گاہکوں کو

اور اپنے اعمالِ نیک پر بھی

خدائے برتر سے ڈرتے رہتے

یہاں مسلمان کو اجازت ہے
خود مسلماں کو لوٹنے کی

خدا سے لرزاں

نہ خود سے ترساں

بزعمِ خویش آبروئے مِلّت

○

صاحبِ الطافِ عمیم

دستگیری آپؐ نے انساں کی فرمائی بہت

خاک پر بیٹھے ہوئے انساں ہوئے رفعت نشیں

آپؐ نے بخشا اباذرؓ کو مقامِ ارتفاع

آپؐ نے ابنِ قحافہ[1] کو دیا اپنا لقب

ابنِ خطّاب[2] ایسے سرکش نے بھی زانو تہہ کیے

آئے وہ پیشِ رسُولؐ

اور آ کے یوں کہنے لگے

میں قبولِ دین کی خاطر سے آیا ہوں یہاں

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ

[2] امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ

بارگاہِ ایزدی میں کیوں

دُعا پوری نہ ہوتی آپؐ کی

آپؐ ہیں اُمت کے والی

آپؐ ہیں ختم الرُسُل

آپؐ ہیں محبوبِ سُبحانی دسرِ دوسرا

آپ ہی کے فیضِ صحبت سے

جہاں بانی[1] وہ ایسی کر گئے

شیر اور بکری پیا کرتے تھے پانی ایک گھاٹ

پھر نہ ایسا منتظم

کوئی خلیفہ آسکا[2]

ابنِ عفان[3] آپ کی چشمِ کرم کی

[1] اشارہ ہے خلافتِ فاروقِ اعظمؓ کی طرف۔ [2] یاد کیجئے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا منطقی جواب۔ [3] حضرت عثمان غنیؓ

کیمیا سے تھے غنی

دوسرے اصحاب کی مانند

وہ بھی جاں نثارِ ہاشمیؐ

کیا حیا تھی ان میں

کیسے صاحبِ ایمان تھے

کہتے ہیں وہ جامع القرآن تھے ۔ لیکن نہیں

قرأتِ آیاتِ قرآنی پہ تھا کچھ اختلاف

اس لئے وہ جامع افراد علی القرآن تھے

آپؐ ہی نے ان کو

ذوالنورین ہونے کا بھی بخشا تھا شرف

بھائی اور داماد تھے

ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ ؎

؎ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ــــــ دُودمانِ ہاشمی کے صاحبِ علم و کمال

فاطمہ کے واسطے سے

آپؐ کا دونا تھا ان پر التفات

ہر صحابی آپ کا تھا پیکرِ لطف و جمال

زندگی کے گلشنِ پُر خار میں

ــــــ ر وِ جلال

آپؐ پر لاکھوں دُرود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

ہو مرے وردِ زباں اسمِ محمدؐ صبح و شام

O

خلش مِٹ گئی

لئے لئے پھر رہا تھا سینے میں اک خلش میں

بہت دنوں سے دلوں کے والیؐ

خوشا کہ وہ آپؐ نے بڑے لطف سے مٹا دی

میں سوچتا تھا کہ ابنِ یوسف¹ نے عمر بھر

جبر و ظلم کر کے عراق و شام و حجاز میں

قتل و بربریّت کا

گرم بازار کر رکھا تھا

یہ شخص نقشِ قدم پہ چلتا تھا رومیوں کے

---

¹ حجّاج ابنِ یوسف ثقفی، والیٔ عراق جس کے شر سے نہ شہورِ قدسی محفوظ تھے، نہ نفوسِ قدسی

پھڑکتی لاشوں کو زخمی چہروں کو

دیکھ کر قہقہے لگاتا

قبیح اعمال کی سیاہی کو

وہ جدال و قتال کے خونی کارناموں سے

دھو رہا تھا

اسے یہ فرصت نہ تھی کہ

لوگوں کی داد فریاد بھی وہ سُنتا

کسی شقی میں ہو یہ حمیّت

کہ آدمی کے وہ دُکھ سمیٹے

محالِ عقلی

گورنر حجّاج ابنِ یوسف کے بخت میں

اور یہ سعادت؟

کبھی نہ مانا یہ میرے دل نے

کہ اس کے احکام ہی سے

قرآن میں لگائے گئے ہیں اعراب

اس روایت پہ مجھ کو شک تھا

مسائلِ علم یا حصولِ ثواب سے

اُس کا واسطہ کیا

مگر کتابوں کی روشنائی

حروف کی آب و تاب کو

ماند کیسے کرتا

نثار میں آپؐ کے قدومِ مبارکہ کے

مِرے خیالوں میں جلوہ فرما تھے آپؐ شب میں

نثار نطقِ گہر فشاں کے

جو میرے کانوں میں کہہ گیا ہے

"بنی اُمیّہ کا جھوٹ ہے یہ!"

شبِ معراج النبیؐ ؎

ناوک ہے مسلمان ہدف اس کا ثریا
ہے سرِ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج
(اقبال)

روک کر قدموں کو رفتارِ حیات
دیکھتی ہے سُست نبض کائنات
دشت و در زندانیٔ تارِ سکوت
جوں درِ غارِ حرا دارِ سکوت
ریگ زارِ زیست کا ہر ذرّہ چپ
وادیٔ ایمن کا نوریں ذرّہ چُپ

؎ سُبحٰنَ الَّذِی اسریٰ بِعَبدہٖ لیلاً.... الخ

رُک گیا ہے ساعتوں کا بھی سفر

دیدۂ آفاق کی گُم ہے نظر

اَنفُسِ و آفاق دودِ بے لکیر

ظلمتوں میں ضو فگن بدرِ منیر

پُشتِ رف رف پر ہے اک محمل نشیں

نوریانِ عرش کا بھی دل نشیں

مرکبِ نوریں براقِ سُرعِ رو

جس کے آگے سست ہے رفتارِ ضو

اِس سعادت پر ہے نازاں خوش نصیب

اُس کا راکب اسکے رب کا ہے حبیب

مسجدِ اقصیٰ تھی پہلا مستقر

انبیاءؑ سب آپکے تھے منتظر

یہ شعارِ حق کی ہے آماجگاہ

مکتبِ ہر مُرسل و دینِ الٰہ

ما نثاریم آں امام انبیاؑ

نیست جُز ذاتِ محمدؐ مصطفےٰ

سب نے یکجائی یہاں سجدے کئے

فرض امامت کے محمدؐ کو ملے

مقتدی تھے سب رسُولانِ کرام

آپ کو بخشا خدا نے یہ مقام

سُورۂ اَسرا ہے اس شب کی دلیل

آپ کو بخشی گئی شانِ خلیلؑ

برکتیں اسحقؑ و اسماعیلؑ کی

نعمتیں یعقوب اسرائیل کی

قربتِ ربِّ سماوات آپؐ کو

ملنے والی ہے اسی رات آپؐ کو

آنِ واحد میں کہ بس جھپکے پلک

لے گئے روح الامیں سدرہ تلک[1]

یہ درخت اک نور کا ہے پیرہن

ظلِّ ربانی ہے اس پر ضو فگن

اس سے پہلے آسمانوں میں ہوئی

انبیاؑ سے پھر ملاقات آپؐ کی

آپؐ ہیں سدرہ نشین منتہا

یہ شرف بس آپؐ کو تنہا ملا

رکن فضائل کی رجب کی ہے یہ شب

بیتِ معمور آخری منزل ہے اب

---

[1] ۲۷ر ویں شب

بیتِ معمور اس تجلّی کا نشاں

ہیں ملائک سبحہ خوانِ ربِ جہاں

ہے یہی بندوں کا بابِ مُستجاب

لا نہ سکتے تھے یہاں موسیٰ بھی تاب

خالق و مخلوق میں دُوری نہیں

خاک سے ارفع کوئی نوری نہیں

خاک کو سجدہ فرشتوں نے کیا

خاک کو یہ مرتبہ حق نے دیا

خاک ہے وحیٔ الٰہی سے قریب

خاک کو اللہ کی قربت نصیب

شعلۂ اسفل نہیں اس خاک میں

نُور چاکِ سینۂ لولاک میں

جسم ہے لیکن مطیع الامر رُوح

ہے یہاں ہر شئے ثنا خوانِ سبوحؔ

آپؐ کو اصلاحِ اُمت کا صلہ

اور نبیوں سے سوا حق تعالیٰ نے دیا

برکتیں ابنائے ابراہیمؑ کی

نعمتیں اللہ کی تعلیم کی

آج اس کے حکم سے یک جا ہوئیں

اور محمدؐ کو یہ سب دے دی گئیں

پنج گانہ سجدہ ہائے روز و شب

مغفرت کا آج سے ہوں گے سبب

تھیں نمازیں اُمتِ موسیٰؑ پہ بار

کیونکہ وہ ہرگز نہ تھی طاعت گزار

سُبّوحٌ قُدّوسٌ ۔ سُبّوحٌ قُدّوسٌ ۔ تسبیحِ ملائکہ

بخشوالیں اپنی اُمت کے لئے

پانچ تھیں کافی ہدایت کے لئے

حق نے استقرار کی توثیق کی

آپؐ کہلائے شفیعِ اُمتی

قبلہ و کعبہ کی بخشی تولیت

یہ معطی کی تھی ساری مصلحت

اب محمدؐ ہیں نبیٔ قبلتینؐ

خالقِ اکبر ہے ربُّ المشرقین

یہ شرف ہی مُرسلِ آخرؐ کا تھا

ختم ہونا تھا جو بابِ انبیاؑ

ؐ قبلۂ اوّل مسجدِ اقصیٰ اور قبلۂ دوم کعبۃ اللہ، (سیرۃ النبیؐ جلد سوم صفحات ۴۰۸ - ۴۱۱

خاطرِ محبوب فرمائی گئی

جنّت و دوزخ بھی دکھلائی گئی

دو پیالے سامنے لائے گئے

یعنی دونوں پیش فرمائے گئے

ایک جامِ شیر اک جامِ شراب

دُودھ کا فرمایا لیکن انتخاب

شیر سے کر خمر کو ٹھکرا دیا

یعنی جو جنّت کا تحفہ تھا لیا

دُودھ کی پاکیزگی مرغوب تھی

خمر کی لذّت سے اُمّت بچ گئی

خمرِ دنیاوی فحش کا خمار

شیر ابنِ کلب کی بھیڑوں کی دھار؎

؎ بلاشبہ اس رات (۲۷ویں رجب) اللہ تعالیٰ میری اُمّت پر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر رحم فرماتے ہیں (حدیثِ نبویؐ)

مسجدِ اقصیٰ کا نوحہ

اے وجودِ حشر ساماں خون رو

خون رو چشمِ مسلماں خون رو

کیوں عرق آلود ہیں پیشانیاں

ہوگئی گم صم عقیدے کی زباں

خون آلود انبیاؑ کی سرزمیں

مسجدوں کے کنگرے اندوہ گیں

سہمی سہمی ہر صدائے لا الٰہ

پل رہے ہیں شہرِ قدسی میں گناہ

دستِ اسرائیل اور خونِ عرب

کھولتے ہیں بابِ اندوہ تعب

اک ذرا غفلت سے جھپکی تھی پلک

مسجدِ اقصیٰ کے شعلے دل تلک

خونچکاں سینے سے اٹھتا ہے دھواں

لرزشِ پیہم دُعا کی انگلیاں

مسجدوں کے پاسبانو کچھ کہو

قادرِ مطلق کو اب آواز دو

اس سے پوشیدہ نہیں ہیں خوب و زشت

جانتا ہے آدمی کی وہ سرشت

درمیانِ ظالم و مظلوم ہے

کون کیا ہے اسکو سب معلوم ہے

بے نیاز اتنا کہ ہر درماں طلب

اپنے حق میں ہو دُعا گو روز و شب

معصیت کوشوں کو جب دیتا ہے ڈھیل

اُن کی فردِ جُرم ہوتی ہے طویل

منصب جب کرتا ہے وہ میزانِ عدل

خالق و مخلوق میں ہوتا ہے وصل

احتساب و سخت گیری کا عمل

حکم ہو اس کا تو پابندِ اَجل

وہ جو چاہے موجِ ساحل ہو نہنگ

بجلیوں کی شعلۂ خس میں امنگ

ایک پل میں تو نے کی ربِّ جلیل

آتشِ نمرود گلزارِ خلیل

ماخطا کاریم و عاصی داورا

تو خطا پوشِ حقیقی داورا

خاک کی سرفرازی

محبت نے ظلمت کا کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

(میر)

محبت ہے انعام و اکرام حق
زمیں کے لئے آسماں کا سبق
یہ سینوں کو رکھتی ہے نرم و گداز
اسی آگ سے خاک ہے سرفراز
یہ شعلہ سُبک رو بھی ہے تیز بھی
ہمہ گیر بھی ہے کم آمیز بھی

اسی سے خوش آہنگ ہیں زمزمے
یہ بزمِ جہاں اس کے سبب ہے
اسی آنچ سے دِل شفق رنگ ہیں
یہ مدھم اگر ہو تو دل سنگ ہیں
نوامیسِ فطرت کو سمجھی ہے یہ
اندھیروں میں اک شمع نوری ہے یہ
اسی سے گل و لالہ ہیں چاک چاک
ضمیر آدمی کے ہوئے پُر تپاک
محبت ہی ابرِ بہاراں بھی ہے
محبت ہی بُوئے نگاراں بھی ہے
یہ ہے زیست میں نکہتوں کا سفر
معطّر اسی سے ہے ہر رہ گزر

یہ محلوں میں بھی جھونپڑوں کا ہے خواب
دلوں کو بناتی ہے یہ آفتاب

نمو اس سے پاتا ہے ہر داغِ دل
اسی سے شرر بار ہیں آب و گِل
طرب کی اسی سے سجیں محفلیں
ہوئیں طے خطر سے بھری منزلیں
مقاماتِ آہ و فغاں بھی یہی
زمیں بھی یہی آسماں بھی یہی
کھلاتی ہے صحرا میں گلشن کے پھول
نکھرتا اسی سے ہے عشقِ رسولؐ
اسی سے فروزاں ہے طاعت کا نور
سکھاتی ہے یہ بندگی کا شعور

یہی بنتِ حیدرؑ کا ایثار ہے

یہی حضرتِ حُر کا کردار ہے

یہی عرصۂ زیست میں کارساز

اسی سے ابد کی طنابیں دراز

○

نبی کی لگن

نبی کی لگن جس کے سینے میں ہے
کہیں بھی رہے وہ مدینے میں ہے
گلابوں میں بھی ایسی خوشبو کہاں
حضورؐ آپ کے جو پسینے میں ہے
تمہاری اطاعت کی دولت حضورؐ
مسلماں کے دل کے خزینے میں ہے
خیال آپؐ کا جزوِ ایمان ہے
مزا بادۂ عشق پینے میں ہے
محمدؐ کا جس کو نہیں غم شہید
وہ مرنے میں ہے اور نہ جینے میں ہے

طلب گارِ محمدؐ

دنیا میں نہیں جو بھی طلب گارِ محمدؐ
بند اس پہ ہیں عقبیٰ میں بھی اسرارِ محمدؐ
اللہ رے شیرینیٔ گفتارِ محمدؐ
فردوسِ نظر گیسوئے خمدارِ محمدؐ
کافور ہوئے تجھ سے ضلالت کے اندھیرے
اے صبحِ جہاں تابیٔ افکارِ محمدؐ
ہاتھوں کی سعادت ہے کہ لکھتے رہیں اوصاف
اشرف ہے زباں کے لئے تذکارِ محمدؐ

شاہوں کے بھی دربار میں رونق نہیں ایسی
ہر چند گدایانہ ہے سرکارِ محمدؐ

ہو عشقِ محمدؐ تو بہ ہر عالم و امکاں
مومن کے لئے عام ہے دیدارِ محمدؐ

اے ساقیٔ کوثر مری تسکین تمہی ہو
یہ بندۂ عاصی تو ہے مے خوارِ محمدؐ

یثرب تو شہید آپ کے آبا کا وطن ہے
آتا ہے کبھی یاد چمن زارِ محمدؐ

○